اذان

اور

مؤذنین رسول اللہ ﷺ

ترتیب

عبد اللطیف قاسمی

استاذ جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور



کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

اذان
اور مؤذنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف:
مفتی عبد اللطیف قاسمی
جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور

ناشر
کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۴۷۵۵۴

تفصیلات

نامِ کتاب : اذان اور مؤذنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف : مفتی عبداللطیف قاسمی
جامعہ غیث الہدی بنگلور

صفحات : ۱۳۶

طباعت ثانیہ : سنہ ۱۴۴۴ھ مطابق سنہ ۲۰۲۳ء

موبائیل نمبر : +919986694990

ای میل : abufaizanqasmi@gmail.com

ویب سائٹ : https://faizaneqasmi.com

فائنل سیٹنگ : ڈیزائن اسٹوڈیو، دیوبند
شاہ عالم قاسمی 8954434315

ملنے کے پتے:

جامعہ غیث الہدی، بنگلور

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، حنفی بک ڈپو بنگلور

فہرست مضامین

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اذان کی عظمت اور اس کی اہمیت

حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم
صدر المدرسین وصدر مفتی دار العلوم حیدر آباد

اذان ایک نہایت باعظمت اور ثواب سے بھرپور عبادت ہے، دیگر عبادات کے مقابلے اذان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ مذہبِ اسلام کی پہچان ہے اور ایک ایسی نمایاں علامت ہے جس کے ذریعے کسی خطہ کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے، ایسے ہی وہاں مسلمانوں کی آبادی ہونے نہ ہونے کا علم ہوتا ہے۔ (تفسیر قرطبی ۶/ ۲۲۵، تحفۃ الاحوذی ۵/ ۲۰۳)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح تڑکے دشمن پر حملہ فرماتے تھے اور اس موقع پر اذان کی آواز پر خاص توجہ فرماتے، اگر اذان کی آواز سنائی دیتی تو حملہ روک دیتے ورنہ حملہ آور ہو جاتے۔ (مسلم: ۸۷۳)

حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی ارتداد کی جنگوں میں یہی معمول اختیار فرمایا تھا اور مجاہدین سے اس کا عہد و پیمان بھی لیا تھا۔ (تعظیم قدر الصلوۃ للمروزی: ۹۷۴)

اذان کی اہمیت وعظمتِ شان کے پیشِ نظر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اذان شعائر اسلام میں سے ہے اور کسی بستی کے مسلمان اجتماعی طور پر اُسے ترک کر بیٹھیں، تو ان سے جنگ و جہاد ناگزیر ہے۔ (شامی ۱/ ۲۸۳)

اذان کی تعظیم واحترام کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اذان مسنون طریقے کے مطابق کہی جائے، کلماتِ اذان کی ادائیگی میں قواعدِ تجوید اور تحسینِ صوت کے حدود وضابطوں کے رعایت کی جائے، اذان کی ذمہ داری نبھانے والے افراد مطلوبہ صفات سے آراستہ ہوں، اذان کے تقاضوں اور اللہ کے منادی کی پکار پر قوم اٹھ کھڑی ہو، معاشرے میں

منصبِ اذان کے حامل افراد کا پاس ولحاظ ہو، ان کے شایانِ شان ان کے ساتھ سلوک ومعاملہ ہو، اذان کے ضروری مسائل سے واقفیت عام ہو، اذان کے شرعی مواقع ومحل کا بھی علم ہو، اقامت جو معمولی فرق کے ساتھ اذان ہی کی ہم شکل چیز ہے، اس کی جزئیات معلوم ہوں، اذان واقامت کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس سے بھی واقفیت ہو وغیرہ۔

موجودہ زمانے میں جہاں دین کے اور ضروریات سے لاپرواہی وناواقفیت ایک عام بات ہے، ایسے ہی اذان جیسی پہچانِ اسلام شیء سے بے اعتنائی بھی کوئی انوکھی بات نہیں ہے، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس عظیم الشان عبادت کے احکام ومسائل سے بے بہرہ ہے، لطف یہ کہ جو حضرات اس اہم منصب پر فائز ہیں، انھیں بھی اس سلسلے کی موٹی موٹی معلومات تک حاصل نہیں، اذان کے تعلق سے اس عمومی بے توجہی کا نتیجہ ہے کہ پورے ملک میں بلا مبالغہ زائد از نصف فیصد اذانیں شریعت کے معیار پر پوری نہیں اترتیں، تقریباً ہی مؤذنین حضرات مطلوبہ صفات سے عاری وخالی ہیں، معاشرے میں بھی ان کا کوئی مقام ومرتبہ نہیں، اذان کی بے احترامی کے یہ عوامل ایسے ہیں جو ایک دوسرے سے نہایت مضبوط طریقے پر جڑے ہوئے ہیں اور وسیع وہمہ گیر پیمانے پر ان کو دور کیئے بغیر معاشرے میں اذان کی تعظیم واحترام کی روح پیدا کرنا، مؤذنین حضرات کی قدر ومنزلت کرنے پر عوام الناس کو مجبور کرنا، ایک بے معنی اور غیر منطقی بات ہے۔

یہ بڑی خوش آئند بیش رفت ہے کہ شہر بنگلور کے ایک نوجوان فاضل مولانا مفتی عبد اللطیف قاسمی زید مجدہم استاذ جامعہ غیث الہدی بنگلور جو۔ ماشاء اللہ۔ اچھا فقہی ذوق رکھتے ہیں، نے اس جانب توجہ فرمائی، اذان کے سلسلے میں پائی جانے والی اِن کوتاہیوں کے ازالے کی سمت مثبت انداز میں قلم اٹھایا، ناصحانہ وداعیانہ اسلوب میں قابل قدر مواد اکٹھا فرمایا، اذان کے فضائل ومسائل، اذان کی تاریخ اور دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین سے متعلق معلومات کو یکجا فرمایا۔

میں نے اس کتاب کو شروع سے اخیر تک دیکھا ہے، یہ مسرت کا باعث رہی کہ مؤلف نے حوالہ جات کا غیر معمولی اہتمام کیا ہے اور عام فہم اسلوب میں اپنے مدعا کو پیش

کرنے کی سعی کی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اگر اذان کے سلسلے میں اس کتاب کے مندرجات پر عمل آوری شروع ہوجائے، تو بہت جلد معاشرے کی فضاء اذان کے انوار و برکات سے معمور و معطر ہوجائے گی اور مسلم سماج ایک صالح انقلاب کی جانب کروٹ لے گا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اس کے نفع کو عام و تام فرمائے اور مؤلف کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد جمال الدین قاسمی (دامت برکاتہم)
دارالعلوم حیدرآباد
۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ م ۱۰ نومبر ۲۰۱۱ء

❁❁❁

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی

حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی وقاسمی دامت برکاتہم
مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

رہ گئی رسمِ اذان، روح بلالی نہ رہی　　　فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

اذان شعائرِ اسلام میں سے نہایت اہم شعار ہے، اس شعار کی از حد تعظیم وتکریم ہر مسلمان پر ضروری ہے، اس شعار کے دو پہلو ہیں:

(الف): یہ اسلام کا ایک عظیم الشان عمل ہے اور اس کے تین حق ہیں، انصات، استماع، اجابت (قولی وفعلی) اذان کے شروع ہونے کے ساتھ سکوت اختیار کرنا، غور سے سننا اور اذان کا زبان سے یعنی موذن کے ساتھ ساتھ بھی کلماتِ اذان دہرانا، ختم اذان پر اذان کی دعا پڑھنا اور اذان میں دی گئی دعوت کو قبول کر کے نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہونا۔

(ب): اذان کا دوسرا رخ بلکہ اس کی روح دعوت ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان کی جو دعا سکھائی ہے اس میں اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ.

اے اللہ! مکمل دعوت کے رب! اس میں بتایا گیا کہ یہ دعوت تامہ ہے، اقامتِ صلوۃ کا حکم قرآن پاک میں دیا گیا ہے، اقامت صلوۃ کے لیے تنہا نماز پڑھ لینا کافی نہیں ہے؛ بلکہ نماز کا ماحول بنانا اور اجتماعی طور سے امت مسلمہ کے معتد بہ (قابل شمار) افراد کا باجماعت نماز پڑھنا ہے۔

نماز کا ماحول اذان کے ذریعے بنتا ہے کہ مسلمان اذان کی آواز سن کر امر الٰہی کی ادائیگی کے لیے مسجدوں کی طرف نکل پڑتے ہیں، مسجد کے باہر اور دور رہنے والوں کو مسجد تک لانے کے لیے اذان دی گئی اور مسلمان جب مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، تو ان کو متوجہ کرنے کے لیے اور عمل میں شرکت کرنے کے لیے اقامت کہی جاتی ہے۔

جس زمانے میں سو فیصد اسلام اور اسلامی احکام امت میں زندہ تھے، تب بھی اذان دی جاتی ضروری تھی اور جب امت میں ایمان، عمل، اخلاق، کردار اور ہر ایک میں ضعف واضمحلال آ گیا ہے، اِس وقت تو اذان پر اکتفا اس امت کے لیے کسی صورت میں بھی زیبا نہیں ہے؛ بلکہ یہ اس کا فریضۂ منصبی ہے کہ امت کے ہر فرد کو نبیوں والے درد کے ساتھ دعوت دے؛ تا کہ اذان کی حقیقی تاثیر قائم ہو کہ اس کا سننے والا بے اختیار **"فاسعوا إلی ذکر اللہ"** یادِ الٰہی کی طرف دوڑ پڑے۔

یہی وہ خصوصیت ہے جو اس امت کی امتیازی شان ہے اور آج اس سے امت غافل ہوتی جا رہی ہے اور اسی کا علامہ اقبالؒ نے مذکورہ اشعار میں شکوہ کیا ہے۔

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی — فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

اذان میں اسلامی تعلیمات کا لب لِباب آیا ہے، جس کی بنا پر اس کو دعوتِ تامہ کہا گیا اور اسی لیے ہر مسلمان گھر میں پیدا ہونے والے بچے کے کان میں اذان واقامت پڑھی جاتی ہے؛ تا کہ اس نومولود بے شعور کے دل تک کانوں کے راستے سے یہ بات پہنچائی جائے کہ تجھے انہیں بنیادوں پر پروان چڑھنا ہے اور جوان ہو کر آگے بڑھنا ہے، خداوند تعالیٰ کی بزرگی وبرتری، دل کی گہرائیوں سے اس کے وحدہ لاشریک لہ ہونے کی گواہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر جاں نثاری، اطاعتِ حق میں کامیابی کا اذعان ویقین، یہ نور اپنے دل میں بسا کر اسی کی روشنی میں تکبیرِ الٰہی، شہادتین، صلاۃ وفلاح کی دعوت دیتے ہوئے ایسی زندگی گذارے کہ دنیا سے جانے کا وقت آئے، تو خصت کرنے کے لیے اس کی درد بھری پکار سننے والی مخلوق خدا بے اختیار امڈ پڑے، چناں چہ امام احمد بن حنبلؒ اور ان جیسے جیالوں کے جنازوں میں انسانوں کا سمندر ابل پڑا تھا۔

الفاظ ومعانی میں تفاوت نہیں؛ لیکن ملا کی اذان اور ہے مجاہد کی اذان اور

پرواز دونوں کی اسی ایک فضا میں — کرگس کا جہاں اور شاھین کا جہاں اور

اذان ایک معجزہ اور اس کی صدائے بازگشت

مشرق سے لے کر مغرب تک یہ صدائیں ہر آن بلند ہوتی رہتی ہیں اور اس پوری فضا کو

جس کو انسان مکدر اور مسموم کر چکا ہے، مؤذنین اپنی اذانوں کی عطر بیزی سے دوبارہ معطر ومنور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، دنیا کا مشرقی کنارہ ''فیجی'' میں صبح کی اولین ساعتوں میں اذان کی آواز گونجتی ہے، تھوڑی ہی دیر میں ''نیوزی لینڈ'' کے مسلمان جاگتے ہیں اور وہ صدا بلند کرتے ہیں، ''آسٹریلیا'' کے میناروں سے اللہ اکبر، اللہ اکبر آواز سنائی دینے لگتی ہے، اتنے میں ''انڈونیشیا'' ''جاپان'' وغیرہ ملکوں کے مسلمان فضاؤں کو ''اللہ ہی بڑا ہے'' کے نعروں سے معمور کر دیتے ہیں، فضاؤں میں یہ گونج ابھی سنی ہی جا رہی ہوتی ہے کہ ادھر ''تھائی لینڈ'' ''سنگا پور'' ''ملیشیا'' کی مسجدوں سے یہ غلغلہ دوبارہ بلند ہونے لگتا ہے، ''ادھر'' ''چین'' ''روس'' ''پاکستان'' میں اٹھتی ہوئی اذانوں کی لہریں ہلچل پیدا کرتی ہیں، ہندوستان میں ہمالیہ کی چوٹیوں سے لے کر کنیا کماری کے کناروں تک أشهد أن لا إله إلّا الله کے فلک شگاف نعرے بلند ہوتے ہیں، مشرقِ وسطی سے ہو کر ترکستان کے ٹھنڈی ہواؤں سے ٹکرا کر مغرب کی سمت بڑھنے والی اذانیں مغرب کے کنارے کو چھونے سے بہت پہلے ہی پھر سے مشرقی کنارے سے نماز ظہر کے بلاوے کی موجیں تیزی سے اٹھنے لگتی ہیں اور یہ ایسا پرنور، سحر انگیز سلسلہ ہے جو خدا کے آخری فیصلے تک چلتا رہے گا، یہ اذانیں فضاؤں کو چیرتی ہوئی جیسے آسمان سے جا ٹکراتی ہیں، کاش ہر مسلم کے دل کے نہاں خانوں کو بھی جگمگا دے ورنہ پھر۔۔۔

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا، لا الہ الّا
لغت غریب جب تک تیرا دل نہ دے گواہی

امت میں دوبارہ اس ''روحِ بلالی'' کو پھوکنے کے لیے مولانا عبداللطیف قاسمی زید مجدہ نے اذان واحکام اذان کو معتبر کتابوں کے حوالوں سے مزین کر کے جمع کیا ہے، مولانا میں زمانہء طالبِ علمی ہی سے رشد وسعادت کے آثار نمایاں تھے، مادر علمی دار العلوم دیوبند سے فضلیت اور دار العلوم حیدر آباد سے افتاء کیا اور پھر۔ ماشاء اللہ۔ بہت ذوق کے ساتھ دعوت وتبلیغ میں وقت لگایا اور اس ناکارے سے اپنی خوش گمانی ووابستگی کی بناء پر جامعہ غیث الہدی میں تدریس کی خدمت میں لگے اور اب۔ ماشاء اللہ۔ جامعہ

کے ناظم تعلیمات ہیں، ابتداء ہی سے مذاکرہ، مطالعہ، اور مضمون نویسی کا اچھا ذوق رکھتے ہیں رسائل واخبارات میں چیدہ عناوین پر بہترین مضامین لکھتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، ظاہری، باطنی ترقی سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

احقر کی دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ مولانا زید مجدہ کی اس کوشش کو قبول فرما کر اس کا نفع عام وتام فرمائے اوراس کو ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات بنائے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین.

(حضرت مولانا مفتی) محمد اسلم رشادی غفرلہ (دامت برکاتہم)
مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور
۳؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ، ۲۹؍دسمبر ۲۰۱۱ء

❁❁❁

سخنِ اولین

الحمد لولیه، والصلوۃ والسلام علی نبیه، وعلی آله وصحبه،

امابعد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو بے حساب و بے شمار احسانات فرمائے ہیں ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ان کی صلاح وفلاح کے لیے نبوت ورسالت کا مقدس ومبارک سلسلہ جاری فرمایا اور جب جب انسانوں کو آسمانی ہدایت کی ضرورت ہوئی، تو ان ہی میں سے کسی بندے کو اپنا نبی اور ہادی بنا کر بھیجا۔

انبیاء ومرسلین کی آمد کا یہ سلسلہ ہزاروں سال جاری رہا؛ یہاں تک کہ خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم فرمادیا گیا اور آپ کے ذریعے وہ آخری اور مکمل تعلیم و ہدایت بھیجی گئی جو ہمیشہ کے لیے کافی ہونے والی ہے۔

خداوندی تعلیم وہدایت کا جو سرمایہ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے دنیا کو ملا، اس کے دو حصے ہیں: ایک کتاب اللہ، (قرآن مجید) دوسرے آپ کے وہ ارشادات اور آپ کی وہ تمام قولی اور عملی ہدایات وتعلیمات جو آپ اللہ کے نبی ورسول اور اس کی کتاب کے معلم وشارح ہونے کی حیثیت سے امت کو دیئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طبعی عمر گذار کر اللہ کے فیصلے کے مطابق اِس دنیا سے تشریف لے گئے؛ لیکن امت کی رہنمائی کے لیے اپنی لائی ہوئی تعلیم وہدایت کے یہ دونوں حصے یعنی قرآن وسنت اپنے پیچھے چھوڑ گئے، اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں قرآن وسنت کی حفاظت کے ایسے ظاہری وباطنی اسباب وانتظامات فرمائے کہ غور وفکر کرنے اور سمجھنے والوں کے لیے اس کی قدرت کی عظیم نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک زندہ معجزہ ہے۔

ان ہی قدرتی انتظامات میں ایک یہ بھی کہ جس دور میں کتاب وسنت کی جس قسم کی

خدمت کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کے دلوں میں اس کا داعیہ پیدا کر کے ان کو اس طرف متوجہ فرماتے ہیں، عہد نبوی سے لے کر آج تک قرآن وحدیث کی خدمتیں جن جن شکلوں میں انجام دی گئی ہیں، اگر کوئی غور وفکر کی نگاہ سے دیکھے، تو صاف نظر آئے گا کہ یہ جو کچھ ہوا ہے ہر دور کی ضرورت کا ایک خدائی انتظام تھا اور جن بندوں کے ذریعے ہوا، وہ گویا آلہ ء کار تھے۔

اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس دور میں ہمارے ہی ملک میں اور ہمارے ہی اسلاف سے تقریباً دین کے ہر شعبے میں ایسی خدمات لیں جن کی اُس دور میں ضرورت تھی جن میں بالخصوص حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ سے تجدیدِ ملت کا کام لیا، دین کے ہر شعبے میں جو خرابیاں، بدعات ورسومات درآئیں تھیں، ان کو الگ کرایا۔

حضرت والا کے خلفاء میں ایک ممتاز شخصیت محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ کی ہے، جن میں حضرت والا کا رعب وجلال اور جذبہ موجزن تھا، حضرت والا بدعات ورسومات کو مٹانے اور سنت کو رائج کرنے کے سلسلے میں ہمہ وقت فکر مند اور اس کے لیے کوشاں رہتے اور ہر جگہ اور ہر موقعے پر اس سلسلے میں چوکنا رہتے، جہاں کہیں کسی سے کوئی خلافِ سنت عمل صادر ہوا، فوراً اس پر تنبیہ فرماتے، اسی بنا پر آپ کا لقب محی السنہ پڑ گیا، ان ہی اعمال میں سے ایک عمل ''اذان واقامت'' کی تصحیح کا ہے، شہر ''ہردوئی'' میں آپ کے جو معتقدین، مریدن اور منتسبین حاضر خدمت ہوتے؟ آپ ان کی خصوصی تربیت فرماتے اور سفر کی حالت میں مختلف مقامات پر اس کے لیے خصوصی کیمپ قائم فرماتے، ان کیمپوں میں اذان واقامت کی تصحیح اور عملی مشق کراتے۔

راقم الحروف نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت والا ہردوئی دار العلوم دیوبند میں وعظ ونصیحت فرما رہے تھے کہ اذان ہوگئی، اذان میں کچھ خامی تھی، حضرت والا نے حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی کہ اس موذن کی اصلاح کی جائے یا مجھے اس مسجد کا موذن بنا دیا جائے۔

ہم مندرجہ ذیل واقعے سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شریعت میں اذان کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟ جس کی خواہش حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمائی ہو۔

لو لا الخليفیٰ، لأذنت.

اگر مجھ پر خلافت کا باراوراس کی مشغولی نہ ہوتی، تو میں اذان دیا کرتا، حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا: مجھے افسوس ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت حسن وحسین کو مؤذن بنائے جانے کی درخواست نہیں کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے مؤذن سے فرمایا:

أذن أذانا سمحا وإلا اعتزلنا.

تم سنت کے مطابق سیدھی سادھی اشذان دیا کرو، تغنی (حروف وحرکات کو ضابطہ کی رعایت کے بغیر کھینچ کر راگ پیدا کرنا) سے بچو، ورنہ ہم تم کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کردیں گے۔

حضرت والا ہردوئیؒ دنیا سے پردہ فرما گئے، تو اذان واقامت کی عملی مشق اور اس کی اصلاح وتربیت کے لیے کیمپوں کا انعقاد بھی ختم ہوگیا، دوسری طرف ''شہر بنگلور'' میں بعض مدارس میں ائمہ کورس قائم ہونے لگے، جس میں پس ماندہ علاقوں سے جہاں کلمہ، اذان، نماز اور مساجد کا کوئی نظم نہیں، مسلمان برئے نام مسلمان ہیں، اس طرح کے علاقوں سے طلباء کی تشکیل کی جاتی اور ان کو ان ہی علاقوں میں اپنی بساط کے مطابق خدمت کرنے کے لیے قرآن پاک کی تصحیح، بقدر ضرورت مسائل اور جنازے سے متعلق تربیت دی جانے لگی اور جہاں ترغیب وتشکیل سے بھی لوگ مدارس کی طرف مختصر وقت کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے، اس طرح کے علاقوں میں ارباب مدارس ''ائمہ کورس'' حسب ضرورت چار ماہ، چھ ماہ کے لیے قائم کرنے لگے، ان ہی مدارس میں ''جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور'' بھی شامل ہے، جہاں راقم تدریسی خدمت انجام دے رہا ہے۔

احقر کے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ اس ''ائمہ کورس'' میں جو نصاب ہے، اس میں اذان واقامت سے متعلق کوئی مواد شامل نہیں ہے، نیز نام تو ''ائمہ کورس'' ہے؛ لیکن امامت کے

فرائض، اس کی سنن، مستحبات اور اس سے متعلق تفصیلات پر مشتمل کوئی کتاب نہیں ہے۔

اس لیے احقر نے اپنے مربی، محسن اور مشفق استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم بانی ومہتمم جامعہ ھذا کی خدمت میں اس کا اظہار کیا، حضرت والا نے خوشی کا اظہار کیا اور اس سلسلے میں کام کرنے کی ہدایت دی، بندۂ عاجز، بے ہمت وناکارہ، بے بضاعت وبے مایہ نے خداوندے ذوالجلال والمنن پر بھروسہ واعتماد کرتے ہوئے اس کام کو شروع کیا اور ہر مضمون کو محقق وباحوالہ مرتب کرنے کے بعد استاذ محترم کی خدمت میں پیش کرتا، حضرت والا اس پر نظر ثانی فرماتے، حسب ضرورت حذف، اضافہ اور ترمیم کا حکم فرماتے اور اس کے نوک وپلک درست فرماتے، اس طرح یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچ کر قارئین کے ہاتھوں میں ہے، جو اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

احقر نے اس کو چار ابواب پر تقسیم کیا ہے، باب اول: اذان کی اہمیت، فضیلت اور تاریخ، باب دوم: اذان سے متعلق احکام ومسائل، باب سوم: اجابت اذان سے متعلق فضائل ومسائل، باب چہارم: صاحب اذان اور موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ۔

جو بات پیش کی گئی ہے، الحمدللہ وہ باحوالہ اور صحیح اقوال کی روشنی میں پیش کی گئی ہے، مسائل کے سلسلے میں حوالجات عموماً مکمل حدیث، مکمل فقہی عبارت کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے بعض دفعہ قاری کو تکرار بھی محسوس ہوگا؛ لیکن یہ حوالجات مفتیانِ کرام اور اربابِ تحقیق کے لیے باعث اطمینان ہوں گے، زیر بحث موضوع پر حضرت الاستاذ مفتی محمد امین صاحب پالن پوری مدظلہ کی کتاب ''آدابِ اذان واقامت'' ہے جس میں ماشاءاللہ کافی جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہے، اس موضوع پر منفرد مفصل پہلی کتاب ہے، اُس کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔

علمی میدان میں یہ مختصر؛ لیکن اہم موضوع پر تحریر ایک سراپا کمزور وناتواں بندے کی طرف سے باتوفیق قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے، اس اہم موضوع اور اس بندۂ عاجز وناتواں میں کوئی مناسبت نظر نہیں آتی؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق عطا فرمائی اور اسی نے اس کے اسباب فراہم فرمائے، داعی کبیر علم وفضل کے رسیا، وجیہ

وباوقار، میرے مصلح ومربی اور محسن جن کی محنتیں، عنایتیں اور کرم فرمائیاں ابتدائے طالب علمی سے تاحال جاری ہیں، امید کہ آئندہ بھی جاری رہیں گی۔ان شاء اللہ۔جن کی عظمت کے نقوش میرے ذہن وفکر کے پردے پر درخشاں وتابندہ ہیں اور میری ذات حضرت والا کی شفقتوں سے سرشار ہے، حضرت والا کی ان محنتوں وشفقتوں کا نتیجہ ہے کہ آج مجھے اس تحریر کو قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم صدر مفتی دارالعلوم حیدرآباد جو۔ماشاء اللہ

أبرهم قلوبًا، أعمقهم علمًا، أقلهم تكلفًا.

کا مصداق ہیں جن کی صحبت میں احقر کو علمی جلا، ذہنی وسعت اور کچھ لکھنے کا شوق اور ذوق پیدا ہوا، حضرت والا اپنے تلامذہ ومتعلقین کو میدانِ علم میں جستجو، محنت اور تحقیق کی جانب باربار متوجہ فرماتے رہتے ہیں اور ہمت افزائی بھی فرماتے رہتے ہیں کی نظرثانی کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

اولاد کے لیے اپنے والدین کو اور شاگرد کے لیے اپنے اساتذہ کو اُن کے احسانات کا صلہ دینا ناممکن ہے، لہٰذا میری دلی دعا یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے تمام اساتذہ خصوصاً مذکورہ بالا دونوں شخصیات کو بہترین صلہ وبدلہ اور جزاء خیر نصیب فرمائے۔آمین

ممکن ہے کہ اس کتاب میں کچھ خامیاں وکوتاہیاں اہل علم کو نظر آئیں، اگر اس پر متنبہ کردیا جائے، تو احسان وکرم ہوگا، مولیٰ ہر بےکس کی لاج تیرے ہاتھ میں ہے! ہر مفلس کا آسرا تیرا ہی دستِ کرم ہے، توفیق وہمت تو نے دی ہے، اے میرے مولیٰ اس حقیر کاوش کو قبول فرما! اور جیسے تو نے موذنین کے سردار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو قبول فرمایا ہمیں بھی قبول فرما!

آمین یارب العلمین

فقط بندۂ ناچیز عبداللطیف قاسمی

خادم جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

بروز ہفتہ ۷/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ م ۵/ نومبر ۲۰۱۱ء

باب اول:

اذان کی اہمیت، فضیلت اور تاریخ

اذان کی ابتدائی تاریخ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اجمعین مکہ معظّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے مسجد بنائی گئی ، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات صحابہؓ نے دیکھا کہ نماز باجماعت نہایت مؤکد ومطلوب عمل ہے، ایک وقت اور ایک جگہ میں اعلان واطلاع کے بغیر تمام لوگوں کا جمع ہونا آسان نہیں ہے ، لہٰذا ضرورت محسوس ہوئی کہ نماز کا وقت شروع ہونے ، جماعت کا وقت قریب آنے اور باجماعت نماز میں شرکت کے لیے عام اطلاع کا کوئی طریقہ تجویز کیا جائے؛ تاکہ سب لوگ جماعت کی نماز میں شریک ہوسکیں اور کوئی آدمی جماعت کی نماز سے محروم نہ رہے۔

چناں چہ سن ایک ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کرامؓ کو جمع فرما کر اس سلسلے میں مشورہ فرمایا ، کسی نے عرض کیا، جب نماز کا وقت قریب آجائے، تو بطور علامت کوئی مخصوص جھنڈا بلند کیا جائے، کسی نے رائے دی کہ کسی بلند جگہ پر آگ روشن کی جائے ، کسی نے مشورہ دیا کہ جس طرح یہودیوں کے عبادت خانوں میں نرسنگھا بجایا جاتا ہے، اسی طرح ہم بھی نماز کے اعلان وبلاوے کے لیے نرسنگھا بجایا کریں، کسی نے کہا کہ عیسائیوں کی طرح نقارہ بجایا جائے ؛لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مندرجہ بالا آراء میں سے کوئی رائے پسند نہ آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر رد فرمادیا کہ یہ طریقے مجوسی، عیسائی اور یہودیوں کے ہیں، آخر میں حضرت عمرؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ نماز کے وقت میں گلی اور کوچوں میں کسی آدمی کو بھیجا جائے جو اعلان کرے اَلصَّلوٰۃُ جَامِعَۃٌ نماز تیار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ رائے پسند آئی اور حضرت بلالؓ کو اس کام کی ذمہ داری سپرد فرمائی۔ (مسلم، باب بدأ الاذان ۱/ ۱۶۴)

کسی وجہ سے اس تجویز پر فوراً عمل شروع نہ ہوسکا؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سلسلے میں بے حد متفکر رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس فکرمندی نے بعض صحابہ کرامؓ کو متفکر بنادیا، ان

ہی میں سے ایک خوش نصیب انصاری صحابی حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ ہیں، اسی فکر مندی میں سو گئے، پھر نیم خواب و نیم بیداری کی حالت میں خواب دیکھا، حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں: خواب میں میرے سامنے ایک شخص ناقوس اٹھائے ہوئے آیا، میں نے اس سے پوچھا، اے اللہ کے بندے! یہ ناقوس تم فروخت کرو گے؟ اس نے کہا، تم اس سے کیا کرو گے؟ میں نے کہا، ہم اس کے ذریعے اعلان کر کے لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کریں گے، اس نے کہا، کیا میں نقارے سے بہتر چیز اس کام کے لیے نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ضرور بتائے، چناں چہ اس نے کہا:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ ،
اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے،
اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ
اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے،
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ،
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں،
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ،
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ ،
میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں،
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ ،
میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں،
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ،
آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف،
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
آؤ کامیابی طرف، آؤ کامیابی طرف،

اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، اللّٰهُ أَكْبَرُ

اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے،

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

حضرت عبداللہؓ بن عبدربہ فرماتے ہیں: یہ پوری اذان بتانے کے بعد وہ شخص مجھ سے تھوڑی دور ہٹا اور تھوڑے وقفے کے بعد کہا، جب نماز قائم کرو، تو اقامت اس طرح کہو: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، لخ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ، کا اضافہ کرو۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں: جیسے ہی صبح ہوئی، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، جو کچھ میں نے دیکھا تھا اس کو عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ من جانب اللہ سچا خواب ہے، ان شاء اللہ۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ سے فرمایا: تم بلالؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر کلماتِ اذان انھیں بتاؤ؛ تا کہ وہ بلند و خوب صورت آواز سے اِن کلمات کو پکاریں۔ (سنن ابی داوٗد، باب کیف الاذان: ۴۹۹، ۱/۱۷)

چوں کہ اس وقت حضرت عبداللہؓ بیمار تھے، اس لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا، اگر وہ بیمار نہ ہوتے، تو یقیناً اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلی اذان دینے کے لیے حضرت عبداللہؓ ہی کو حکم فرماتے؛ تا کہ یہ فضیلت بھی انہی کو حاصل ہو جائے۔ (قالہ ابو بشر احد رواۃ ابی داوٗد: ۴۹۸)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: علماء نے لکھا ہے کہ حضرت بلالؓ کو اس سعادت کے حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت بلالؓ کو ایمان کی وجہ سے کفار مکہ اذیتیں و تکلیفیں پہنچاتے تھے، تو حضرت بلالؓ ''احد احد'' کہتے تھے، اس کے بدلے میں سب سے پہلی اذان دینے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے حضرت بلالؓ ہی کو نصیب فرمائی۔

(فتح الباری، باب بدأ الاذان ۲/ ۱۰۴)

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں: جب حضرت بلالؓ نے اذان دینی شروع کی اور

مدینہ طیبہ کی فضاؤں میں، صبح کے سناٹے میں، لوگوں کے کانوں میں تکبیر کے پر کیف ودل سوز نغمات پڑے، تو حضرت عمرؓ جو تقریباً بیس دن قبل اسی جیسا خواب دیکھ چکے تھے اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ الحمد للہ۔ (سنن ابی داؤد، باب کیف الاذان ۱/ ۷۲) مگر تم نے جب خواب دیکھا تھا، تو اسے بیان کیوں نہیں کیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! جب عبداللہ نے اس فضیلت کو حاصل کرنے میں سبقت کی، تو مجھے تذکرہ کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی۔ (سنن ابی داؤد باب بدأ الاذن: ۴۹۸، ۱/۱۷)

اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہؓ کو اس فضیلت وسعات سے نوازنا چاہتے تھے، اس لیے حضرت عمرؓ کو یہ کلمات بھلادے گئے، جب کلماتِ اذان کان میں پڑے، تو حضرت عمرؓ کو اپنا خواب یاد آیا۔

اسی دن سے اذان کا آغاز ہوا اور یہ خوب صورت نظام قائم ہوا جو تا قیام قیامت اللہ کی عظمت، وحدانیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نماز و کامیابی پر مشتمل پر کیف نغمے خشکی، سمندر اور زمینی اور آسمانی فضاؤں میں گونجتے رہیں گے۔

❁❁❁

اذان کی مشروعیت حکمِ نبوی اور تائیدِ قرآن سے ہوئی

اذان کا لغوی معنی اعلام ہے، (اطلاع دینا، اعلان کرنا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وأذان من الله، ورسوله.

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اطلاع و اعلان ہے۔

اذان کا شرعی معنی

الإعلام بوقت الصلوة بألفاظ مخصوصة.

مخصوص الفاظ کے ذریعے دخولِ وقت صلوۃ اور اقامتِ صلوۃ کی اطلاع دینا ہے، جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات صحابہؓ نے دیکھا کہ نماز باجماعت شرعًا موکد و مطلوب عمل ہے، تو اس کے متعلق مشورہ کیا گیا کہ اس کا طریقہء کار کیا ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عبد ربہؓ کو خواب کے ذریعے اذان کی تلقین کرائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خواب کی تائید فرمائی اور اس کو مشروع فرمایا، اذان و اقامت کی مشروعیت صرف خواب سے نہیں ہوئی؛ کیوں کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے علاوہ کسی کا خواب حجت نہیں ہوتا؛ بلکہ اذان و اقامت کی مشروعیت ابتداءا تائید نبوی سے ہوئی ہے، پھر قرآن کریم نے سورۃ الجمعہ کی مندرجہ ذیل آیت سے اس کی توثیق کی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ. (الجمعہ:۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے، تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

اس لیے کہ قرآن کریم اہم دینی امور اور شعائرِ اسلام کی طرف صراحۃً، اشارۃً یا دلالۃً ضرور اشارہ کرتا ہے۔ (معارف السنن ۱/۱۶۹)

علامہ سہیلیؒ فرماتے ہیں: اذان کی مشروعیت بظاہر ایک صحابی کے خواب کے ذریعے

ہوئی، براہِ راست وحی متلو یا وحی غیر متلو سے نہیں ہوئی؛ بلکہ تائید نبوی سے ہوئی ہے، اس کی حکمت یہ ہے کہ اذان آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبوت و رسالت کے اعلان پر بھی مشتمل ہے، آپ کی نبوت و رسالت کا ڈنکا بجانا، آپ کے دین کی طرف لوگوں کو دوسروں کی زبانی دعوت دینا اور آپ کی عظمت و شان کو بلند کرنا ہے، یہ کام دوسرں کی زبانی شروع کرانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادہ قابل فخر بات ہے۔

(عمدۃ القاری ۴/۱۵۰ باب بدألاذان)

نیز علامہ سہیلیؒ فرماتے ہیں: مکہ کے زمانۂ قیام میں شبِ معراج کے موقع پر آسمانوں میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذان سنائی گئی، جب اذان کی ضرورت محسوس ہوئی، مشروعیت میں تاخیر ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہؓ سے مشورہ فرمایا، پھر حضرت عبداللہؓ کو بذریعے خواب کلماتِ اذان کی تلقین کرائی گئی، جب حضرت عبداللہؓ نے اپنا خواب بیان کیا، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول:

إنه لرؤيا حق. ان شاء الله.

کے ذریعے تائید فرمائی۔ (عمدۃ القاری ۴/۱۵۰ باب بدألاذان)

تاہم یہ روایت حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ ابن ہمام حنفیؒ کے تحقیق کے مطابق منکر ہے؛ کیوں کہ صحیح روایات کی روشنی میں اذان کا آغاز مدینے میں ہوا ہے نہ کہ مکہ میں، نیز مذکورہ میں روایت ایک راوی زیاد بن جارود پر جھوٹ کا الزام ہے۔

(البدایۃ والنھایۃ ۳/۲۵۸ فصل فی الاذان، فتح القدیر، باب الاذان ۱/۲۴۵)

❁❁❁

اذان کی جامعیت ومعنویت

اذان واقامت بظاہر نماز باجماعت، دخولِ وقت کا اعلان اور نماز کی دعوت کا ذریعہ ہیں؛ لیکن اذان کی مشروعیت کے وقت حکمتِ خداوندی کا یہ تقاضا ہوا کہ اذان صرف نماز باجماعت کا اعلان واطلاع کا ذریعہ نہ ہو؛ بلکہ وہ دین کا ایک شعار ہو، مشرق ومغرب، شمال وجنوب، بروبحر اور زمینی وآسمانی فضاؤں میں جب اذان کی صدا بلند کی جائے، تو دین کی شان بلند ہو، جب لوگ اذان کی آواز سن کر مسجدوں کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں، تو وہ دین کی تابع داری کی علامت وپہچان ہو، اسی وجہ سے اذان اللہ کی عظمت وکبریائی سے شروع کی گئی ہے، اس کے کلمات کی ترکیب وترتیب عجیب وغریب ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے چند مختصر کلمات کا الہام فرمایا جو دین کی روح؛ بلکہ دین کے بنیادی اصول (توحید، رسالت اور آخرت) کی تعلیم ودعوت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔

دینی امور میں سب سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا مسئلہ ہے، اس کے اعلان کے لیے اَللّٰہُ أَکْبَرُ. اللّٰہُ أَکْبَرُ اَللّٰہُ أَکْبَرُ. اللّٰہُ أَکْبَرُ ہے جو خداوند ذوالجلال کے وجود، عظمت اور کبریائی پر مشتمل ہے۔

أَشْھَدُ أَنْ لَّآ إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہ. أَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ.

اس میں توحید کا اثبات اور شرک سے نفی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا مسئلہ حل ہوتا ہے۔

اَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہُ. اَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہُ.

جب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ہمارا معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عبادت کا صحیح طریقہ ہمیں صرف نبی برحق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہی معلوم ہوسکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اثبات کے ذریعے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةُ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةُ .

توحید ورسالت کے اعلان کے بعد لوگوں کو بندگی وعبادت اور اللہ سے تعلق قائم کرنے کا سب سے افضل واعلیٰ ذریعہ نماز کی دعوت دی گئی، جو ایمان کے بعد ہر مسلمان عاقل، بالغ، مرد وعورت، مقیم ومسافر اور فقیر وغریب بلا کسی امتیاز ہر ایک پر فرض ہے۔

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ .

اس کے ذریعے فلاح دائمی کی دعوت دی گئی ہے، اگر ہمیشہ کی کامیابی اور دائمی بہبودی چاہتے ہو، تو مولیٰ حقیقی کی اطاعت اور بندگی میں لگے رہو، جو لوگ اس دعوت کو قبول نہیں کریں گے اور اس راستے کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر چلیں گے، وہ ہرگز کامیابی ونجات حاصل نہیں کر سکیں گے، گویا اس میں عقیدۂ آخرت کا اعلان ہے، اس سے صرف عقیدے کا علم نہیں؛ بلکہ حقیقی فلاح کا مسئلہ زندگی کا سب سے اہم اور قابل فکر مسئلہ بن کر ہمارے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔

پھر آخر میں أَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ذریعے یہ اعلان و پکار ہے کہ انتہائی عظمت وجلال اور کبریائی والے صرف اللہ ہی ہیں اور وہی بلا شرکتِ غیر معبودِ برحق ہیں، اس لیے بس انھیں کی رضاء کو اپنا مطلوب ومقصود بنانا چاہئے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الاذان ۴/ ۱۴۳، فتح الملہم، باب بدأ الاذان، ۲/ ۲، معارف الحدیث ۳/ ۱۵۳)

❁❁❁

اذانِ ثانی کی مشروعیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب منبر پر تشریف لے آتے، تو جمعہ کی اذان مسجد کے دروازے پر ہوا کرتی تھی اور صرف یہ ایک ہی اذان تھی، اس اذان کے بعد خطبہ ہوتا تھا، عموماً لوگ سنتیں اپنے گھروں سے پڑھ کر آتے تھے، اس اذان کی آواز مسجد کے باہر اور اندر رہنے والے تمام لوگوں کو پہنچتی تھی، یہی کیفیت حضرت سیدنا ابوبکرؓ وعمرؓ کے دورِ خلافت میں رہی، خلیفہء ثالث حضرت عثمانؓ بن عفان کے زمانہء خلافت میں مدینہ طیبہ کی آبادی زیادہ وسیع ہوگئی اور مجمع زیادہ ہوگیا، تو حضرت عثمانؓ نے اپنے اجتہاد سے خارج مسجد بازار میں ''زوراء'' نامی مقام پر اذان دینے کا حکم فرمایا؛ تاکہ دور دور تک آواز پہنچ جائے اور لوگوں کو نماز میں شرکت کے لیے آسانی وسہولت ہو اور جو اذان خطبے سے پہلے امام کے سامنے دی جاتی تھی، وہ اپنی جگہ پر حسبِ معمول باقی رہی۔

یہ دونوں اذانیں سنت ہیں، اس اذان کو پورے عالم اسلام کے لوگوں نے قبول کیا، اس لیے کہ حضرت عثمانؓ خلیفہء راشد تھے آپ کی اطاعت وفرماں برداری لازم وواجب تھی، صحابہ کرام نے سکوت اور عدم انکار کے ذریعے آپ کی موافقت کی، اگر یہ اذان خلافِ شرع ہوتی، تو یہ حضرات ہرگز سکوت نہ فرماتے؛ بلکہ تردید کردیتے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں جب اتمام صلوۃ فرمایا، تو امت نے حضرت عثمانؓ کے اس عمل پر نکتہ چینی کی اور اس کو قبول نہیں کیا، جب کہ اذانِ ثانی پر تابعین عظام، ائمہ اور محدثینؒ سب ہی نے عمل کیا، یہ ترتیب قرونِ مشہود لہا بالخیر سے ثابت اور متوارث ہے، حضرت عثمانؓ کے دور میں حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع سکوتی ہو چکا ہے، خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کی حدیث میں تاکید آئی ہے، پس ان کی سنت پر عمل کرنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا ہے جو کہ خلاف حدیث نہیں؛ بلکہ عین موافق حدیث ہے، وہ حضرات منشاء حدیث کو سمجھنے والے، اس پر عمل کرنے والے اور اس

کو شائع کرنے والے ہیں۔ (خلاصہ مباحث فتح الباری، عمدۃ القاری، بذل المجہود، حاشیۃ العدوی علی شرح کفایۃ فی الفقہ الشافعی، حاشیۃ الدسوقی، روح المعانی، فتاوی محمودیہ)

حضرت محمد بن شہاب زہری سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں:

قال كان النداء يوم الجمعة أوله اذاجلس الامام على المنبر على عهد النبي صلى الله عليه وآله وسلم وأبي بكر رضي الله عنه وعمر رضي الله عنه، فلما كان عثمان رضي الله عنه، وكثر الناس، زاد النداء الثالث على الزوراء، قال ابو عبدالله الزوراء موضع بالسوق بالمدينة. (اللفظ للبخاری، باب الاذان یوم الجمعۃ ۱/ ۱۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں جمعہ کے دن اذان امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد ہوتی تھی، جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا اور لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوا، تو حضرت عثمانؓ نے بازار میں ''زوراء'' نامی مقام پر ایک تیسری اذان (مشروعیت کے اعتبار سے) یعنی موجودہ اذان اول دینے کا حکم فرمایا۔

اس روایت کو امام مسلم کے علاوہ محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ذکر کیا ہے۔

تنبیہ: مکحول عن معاذؓ کے واسطہ سے مروی ہے کہ اذان ثانی کی ابتداء حضرت عمرؓ کے اخیر دور میں شروع ہوئی اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس کا خصوصی اہتمام ہوا، محدثین کے نزدیک یہ روایت اور مضمون قابل اعتبار نہیں ہے۔

تنبیہ: جو اذان خطبہ ء جمعہ سے نصف گھنٹہ پہلی دی جاتی ہے وہ مشروعیت کے اعتبار سے ثانی ہے، ترتیب کے اعتبار سے اول ہے، خطبہ ء جمعہ سے پہلے جو اذان خطیب کے سامنے دی جاتی ہے، وہ مشروعیت کے اعتبار سے اول اور ترتیب کے اعتبار سے ثانی ہے، احادیث میں اقامت کو بطور تغلیب کے اذان کہا گیا ہے، اس وجہ سے مذکورہ حدیث میں اذان ثالث کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

❁❁❁

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس کبھی اذان دی ہے؟

اس سلسلے میں حضرات محدثین کے درمیان اختلاف ہے، جامع ترمذی میں مروی ہے:

حدثنا یحی بن موسی نا شبابة بن سوار نا عمر بن الرماح عن کثیر بن زیاد عن عمرو بن عثمان بن یعلی بن مرة عن أبیه عن جده أنهم کانوا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی سفر، فانتهوا الی مضیق، فحضرت الصلوة، فمطروا السماء من فوقهم، والبلة من أسفلهم، فأذن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وهو علی راحلته، وأقام، فتقدم علی راحلته، فصلی بهم یؤمی إیماءً ا، یجعل السجود أخفض من الرکوع۔ قال ابو عیسیٰ :هذا حدیث غریب تفرد به عمر بن الرماح البلخی لایعرف الا من حدیثه.

(الجامع الترمذی، باب ماجاء فی الصلوة علی الراحلة فی الطین والمطر :۴۱۱،۱/ ۹۴)

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں رفقاء کے ساتھ ایک تنگ راستے (پہاڑیوں کے درمیان کے درہ) سے گذر رہے تھے کہ اچانک آسمان سے بارش ہوئی اور نیچے گیلا پن و کیچڑ تھا، اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا، آپ علیہ السلام نے اذان واقامت کہی، پھر اپنی سواری پر آگے بڑھے اور لوگوں کو اشارے سے نماز پڑھائی، سجدے کے اشارے کو رکوع کے اشارہ سے زیادہ پست کیا۔

علامہ نووی، علامہ سیوطی، علامہ سبکی اور حافظ زین الدین عراقی رحمہم اللہ نے لفظ "**فأذن رسول الله**" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ علیہ السلام نے بنفس نفیس اذان دی ہے، علامہ نوویؒ شرح مہذب میں تحریر فرماتے ہیں: ترمذی کی روایت جید الاسناد ہے اور روضہ میں حدیث کے حسن ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔

علامہ ابن رفعہ ''کفایہ'' میں اور علامہ سبکیؒ نے ''شرح منہاج'' میں علامہ نووی کی موافقت کی ہے ۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: مجھے سننِ سعید بن منصور میں صحیح سند کے ساتھ ایک صریح روایت ملی ہے، جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

عن إبن مليكة قال: أذن رسول الله مرة، فقال حي على الفلاح.

(تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک للسیوطی، صلوۃ الضحی ۱/۱۶۶، اعلاء السنن ۲/۱۲۹)

حضرت ابن ملیکہؒ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور فرمایا: حی علی لفلاح۔

محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الہدی والرشاد لکھتے ہیں: ہمارے شیخ نے ترمذی کی شرح میں لکھا ہے، جو آدمی یوں کہتا ہے: وہ کونسی سنت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کی ترغیب دی ہو اور خود آپ علیہ السلام نے اس کو انجام نہ دیا ہو؟ وہ شخص غافل ہے اور حقیقت سے ناواقف ہے۔ (سبل الہدی والرشاد، الباب الرابع فی سیرتہ، ۸/۸۶)

حافظ ابن حجر وغیرہ محدثینؒ فرماتے ہیں: ترمذی کی مذکورہ بالا روایت مجمل ومختصر ہے، بعینہ یہ روایت سنن دارقطنی میں اسی سند کے ساتھ آئی ہے۔

عن جده يعلى بن مرة صاحب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: انتهينا مع النبى صلى الله عليه وآله وسلم الى مضيق، السماء فوقنا، والبلة من أسلفنا، وحضرت الصلوة، فأمر المؤذن، فاذن، وأقام، أو أقام بغير أذان، ثم تقدم النبى صلى الله عليه وآله وسلم فصلى بنا على راحلته، الخ.

(سنن دارقطنی، باب صلوۃ المریض، لایستطیع القیام، والفریضۃ علی الراحلۃ، ۱/۳۶۹)

یہ روایت مفسر ومفصل ہے اور اس میں تصریح ہے کہ اذان واقامت کا عمل بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انجام نہیں دیا؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مؤذن نے یہ خدمت انجام دی ہے، لہٰذا مجمل روایت کو مفسر ومفصل روایت پر محمول کریں گے، لہذا ترمذی کی روایت میں ''فاذن'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اذان کی نسبت مجازی ہے نہ کہ حقیقی۔

علامہ بدرالدین عینیؒ اور علامہ یوسف بنوریؒ نے اختلاف کو ذکر فرمایا ہے؛ لیکن کسی ایک قول کو ترجیح نہیں دی ہے۔ (عمدۃ القاری ۴/۱۵۱، معارف السنن ۴/۴۴)

علامہ عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یقینی طور سے حضرات حسنین کے کانوں میں اذان دی ہے؛ لیکن نماز والی اذان کے سلسلے میں ہم ترمذی اور سنن سعید بن منصور کی بالا روایت کی وجہ سے توقف کرتے ہیں۔ (السعایۃ ۱/۴۴)

ایک سوال اور جواب

اذان ایک عظیم عبادت ہے بکثرت اس کے فضائل وارد ہوئے ہیں، آپ علیہ السلام نے خود اذان دینے کا اہتمام کیوں نہیں فرمایا؟ یا آپ نے اس کو انجام کیوں نہیں دیا؟ اس میں کیا حکمت ہے؟

علامہ عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

علماء نے اس سوال کے مختلف جوابات دئے ہیں (۱) چوں کہ اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت ہے: أشهد أن محمد رسول الله.

اگر آپ بنفس نفیس اذان دیتے، یا بکثرت اذان دیتے، تو اس بات کا وہم وغلط عقیدہ پیدا ہوسکتا تھا کہ ''محمد رسول اللہ'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نعوذ باللہ۔ کوئی اور ہیں۔

(۲) علامہ لکھنویؒ فرماتے ہیں: بہتر جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کے اہم امور: تعلیم،، تربیت، جہاد وغیرہ میں مشغول تھے، اذان کی مشغولی سے ان اہم امور میں خلل واقع ہوسکتا تھا، خصوصًا آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے لیے خلافت کی مشغولی کے ساتھ اذان کی ذمہ داری کو سنبھالنا پریشانی کا باعث بن سکتا تھا، اس لیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اذان دینے کا اہتمام نہیں فرمایا۔ (السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ ۲/۴۱)

اذان کی فضیلت

اسلام کے بنیادی ارکان میں نماز عبادت و بندگی، تسلیم ورضا، فرماں برداری اور وحدت و اجتماعیت کا حسین وجمیل پیکر ہے اور اذان نماز باجماعت کا اعلان و بلاوا ہے، پوری آبادی کے لیے امن وامان کا سبب ہے، نیک بندوں کے لیے رحمت کا باعث اور شیطان کے لیے زحمت کا ذریعے ہے، اذان دینِ اسلام کا عظیم شعار اور اسلامی معاشرے کی پہچان ہے، حضرت ابوبکر صدیق سے رضی اللہ عنہ مروی ہے:

الأذان شعار الایمان.

اذان ایمان کے شعائر میں سے ہے۔ (رواہ عبدالرزاق باب فضل الاذان: ۱۸۵۸، ۱/ ۳۵۹)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احادیث میں اذان کے جو فضائل وارد ہوئے ہیں ان کی دو بنیادیں ہیں:

(۱) اذان اسلام کی ایک عظیم امتیازی شان ہے، اس کی وجہ سے ملک دارالاسلام محسوس ہوتا ہے، حدیث میں آیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح صادق کے بعد حملہ کرتے، اگر اذان کی آواز سنائی دیتی، تو رک جاتے۔

عـن أنس رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یغیر اذا طلع الفجر، وکان یستمع الأذان، فإن سمع أذانا، أمسک، وإلا أغار.

(مسلم، باب الامساک عن الاغارۃ، اذا سمع الاذان: ۳۸۲، ۱/ ۱۶۶)

(۲) اذان نبوت کا ایک شعبہ ہے، نماز کی دعوت کا ذریعہ ہے، جو تمام عبادات کی جڑ ہے، اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند اور شیطان کو سب سے زیادہ ناپسند وہ دینی امور ہیں جن کا فائدہ متعدی (دوسروں تک پہنچنے والا) ہو اور اسلام کا بول بالا ہو۔

فـضائل الأذان ترجع الی أنه من شعائر اللہ، وبه تصیر الدار دار الاسلام، ولھذا کا ن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إن سمع الأذان، أمسک، وإلا أغار، وأنه شعبة من شعب النبوة، لأنه حث علی أعظم الأركان وأم

القربات، ولا یرضی اللہ، ولا یغضب الشیطان مثل مایکون فی الخیر المتعدی وإعلاء کلمة الحق. (حجۃ اللہ البالغۃ ۲/ ۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس قوم میں صبح میں اذان دی جائے، وہ شام تک اللہ کے عذاب سے مامون ہوگی اور شام میں اذان دی جائے، تو صبح تک مامون رہے گی۔

أیما قوم نودی فیهم بالأذان صباحًا، کان لهم أمانًا من عذاب اللہ حتی یمسوا، وأیما قوم نودی فیهم بالأذان مساءً، کان لهم أمانًا من عذاب اللہ حتی یصبحوا. (رواہ الطبرانی عن معقل بن یسار، کنز العمال ۷/ ۲۷۸)

اذان کی اہمیت وعظمت کا اندازہ ہم حضرات صحابہ کے اقوال سے لگا سکتے ہیں کہ وہ اذان دینے کے کس قدر شوقین وحریص تھے۔

حضرت قیسؒ بن حازم فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: اگر مجھ پر خلافت کا بوجھ اور مسلمانوں کی ذمہ داری میرے کندھوں پر نہ ہوتی، تو میں اذان دیا کرتا۔

عن قیس علیہ الرحمۃ بن حازم قال قال عمر رضی اللہ عنہ: لو کنت أطیق الأذان مع الخلّیفی، لأذنت. (رواہ عبد الرزاق، باب فضل الاذان: ۱۸۶۹، ۱/ ۳۶۲، والبیہقی فی السنن الکبری فی الاذان: ۲۰۴۲، ۱/ ۷۹۶)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

ندمت أن لا أکون طلبت إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فیجعل الحسن والحسین مؤذنین. (کنز العمال، باب فضل الاذان: ۲۳۲۳۶، ۸/ ۱۶۶)

مجھے افسوس ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسن وحسینؓ کے لیے مؤذن بنانے کی درخواست کیوں نہیں کی، حضرت عمرؓ کے زمانے میں ۱۵ھ میں حضرت سعدؓ بن وقاص کی امارت میں ملک عراق میں قادسیہ کا معرکہ پیش آیا، مؤذن کا انتقال ہوگیا، تو اس منصب وذمہ داری کو حاصل کرنے کے لیے اختلاف کی نوبت پیش آئی، حضرت سعدؓ نے اس اختلاف ونزاع کو ختم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ فرمایا۔
(فتح الباری ۲/ ۱۲۳)

حضرت ابو ہریرۃ ؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لو یعلم الناس مافی النداء والصف الاول ،ثم لایجدون إلاأن یستھموا علیہ لاستھموا. (رواہ البخاری، باب الاستھام فی الاذان:۶۱۵،۱/۸۶)

اگر لوگوں کو اذان اور صف اول میں کیا فضائل وبرکات ہیں، ان کا پتہ چل جائے، پھر ان کو صف اول اور اذان دینے کا موقع نہ ملے اور اس کے لیے قرعہ اندازی کی ضرورت پیش آئے، تو لوگ قرعہ اندازی کے لیے بھی تیار ہوجائیں گے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

إذا نودی للصلوۃ أدبر الشیطان لہ ضراط حتی لایسمع التاذین الخ. (بخاری عن ابی ھریرۃ، باب فضل التاذین:۶۰۸،۱/۸۵)

جب اذان دی جاتی ہے، تو شیطان پیٹ پھیر کر حواس باختہ ہوکر ریح خارج کرتے ہوئے اتنی دور بھاگ جاتا ہے جتنی دور اذان کی آواز سنائی نہ دے، جب اذان مکمل ہوجاتی ہے، پھر واپس (مصلی کے پاس) آجاتا ہے، پھر جب اقامت کہی جاتی ہے، پھر دور بھاگ جاتا ہے، جب اقامت مکمل ہوجاتی ہے، پھر (مصلی کے پاس) واپس آجاتا ہے، پھر مصلی اور اس کے ذہن ودماغ کے درمیان حائل ہوکر کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر (یعنی مصلی کو نماز میں مختلف خیالات اور تصورات میں لگا دیتا ہے) یہاں تک کہ مصلی کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی رکعت ادا کی ہے۔

اذان کی آواز سے شیطان کیوں بھاگتا ہے؟

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: **ممکن ہے** کہ شیطان بطور استخفاف واستہزاء ریح خارج کرتے ہوئے بھاگتا ہو اور یہ بھی **ممکن** ہے کہ اذان کی آواز پر شدتِ خوف کی وجہ سے بے قابو ہوکر ریح خارج کرتا ہوا بھاگنے لگے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: شیطان اذان کی آواز نہ سننے کے ارادے سے بھاگتا ہے؛ تاکہ قیامت کے دن اذان اس کے خلاف حجت نہ ہوجائے، ایک قول یہ ہے کہ چوں کہ اذان وحدانیت، شعائرِ اسلام اور اعلان نماز پر مشتمل ہے، اس لیے غضب ناک ہوکر راہِ

فرار اختیار کرتا ہے۔

سوال: علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص یوں کہے کہ شیطان اذان کی آواز سن کر راہِ فرار کیوں اختیار کرتا ہے؟ اور نماز میں مصلی کے قریب آ کر اس سے کیوں کھیلتا ہے؟ حالاں کہ نماز میں قرآن پاک کی تلاوت بھی ہوتی ہے؟

جواب: اذان میں دین اسلام کے ظہور اور حق کے غالب ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور مؤذن اذان دیتے وقت عموماً غافل نہیں ہوتا، نیز اذان ایک ایسی عبادت ہے جس میں ریا کاری نہیں ہے، ان امور کی وجہ سے شیطان غصے سے آگ بگولہ ہو کر ریح خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے اور نماز میں نفس حاضر رہتا ہے، شیاطین کے لیے وساوس کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اس لیے شیاطین مصلی کے قریب آ کر اس کو وساوس میں مبتلا کرتے ہیں۔ (تنویر الحوالک شرح مؤطا للسیوطی ۱/۹۰)

❁❁❁

مؤذنین کی فضیلت

اذان دینے والے، اللہ کے منادی ،اس کے ترجمان اوراس کے مُبلِّغ کا مقام و مرتبہ شریعت اسلامیہ میں بہت بلند ہے، احادیث شریفہ میں مؤذنین کے بہت سارے فضائل وارد ہوئے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا یسمع مدی صوت المؤذن جن، ولا إنس، ولا شیء إلا شهد له یوم القیامة. (رواہ البخاری، باب رفع الصوت بالنداء: ۶۰۹، ۱/۸۶)

جب مؤذن اذان دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت، کبریائی، اس کی وحدانیت اوراس کے رسول کی رسالت کا اعلان کرتا ہے، تو مؤذن کی آواز انسان، جنات اور دیگر مخلوقات جو بھی سنتے ہیں، قیامت کے دن اُس کے لیے گواہی دیں گے،، بلاشبہ مؤذنین کی یہ بڑی قابلِ رشک فضیلت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تلک لحوم حرمها الله علی النار لحوم المؤذنین.

(کنز العمال عن عمر رضی اللہ عنہ: ۲۰۹۴۱، ۷/۲۸۲)

اللہ تعالیٰ نے جہنم پر مؤذنین کے جسموں کو جلانا حرام قرار دیا ہے۔

مؤذنین کے لیے آخرت میں بھی اذان عزت، سعادت، اعزاز واکرام اور سر بلندی وسرخروئی کا سبب ہوگی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

المؤذنون أطول الناس أعناقا یوم القیامة.

(رواہ مسلم، باب فضل الاذان: ۳۸۷، ۱/۱۶۷)

مؤذنین قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے زیادہ لمبی گردن (عزت وسربلندی) والے ہوں گے۔

علمائے کرام نے اس حدیث کے کئی مطلب بیان کئے ہیں:

(۱) مؤذنین قیامت کے دن سردار ہوں گے، اس لیے کہ عرب حضرات سرداروں کو لمبی گردان والے کہتے ہیں۔

(۲) مؤذنین حضرات قیامت کے دن لمبی گردان والے ہوں گے۔

یعنی عام لوگ حیران و پریشان ہوں گے، یہ لوگ خوش وخرم اور اللہ کی رحمت کے زیادہ امیدوار ہوں گے، اس لیے کہ جو شخص جھانک جھانک کر کسی کی طرف دیکھتا ہے، وہ گردن لمبی کر کے ہی دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۳) مؤذنین حضرات قیامت کے دن رسوائی، شرمندگی اور حسرت سے محفوظ رہیں گے، اس لیے کہ جو قصوروار اور مجرم ہوتا ہے، وہ شرم، رسوائی اور ندامت کی وجہ سے گردن اٹھاتا نہیں ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن: ۶۵۴)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثلثة على كثبان المسک يوم القيامة ،عبد أدى حق الله ،وحق مولاه،ورجل أم قوما ،وهم به راضون ،ورجل ينادى بالصلوة الخمس كل يوم وليلة.

(رواہ الترمذی، باب ما جاء فی المملوک الصالح: ۱۹۸۶، ۱۹/۲، ورواہ احمد: ۴۵۶۸)

قیامت کے دن تین قسم کے لوگ مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے، ایک وہ نیک غلام جس نے دنیا میں اللہ کا حق بھی ادا کیا ہو اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کیا ہو، دوسرا وہ آدمی جو کسی جماعت کا امام بنا، اس کی عملی اور پاکیزہ سیرت کی وجہ سے مقتدی حضرات خوش ہوں، تیسرا وہ شخص جو دن رات کی پانچ نمازوں کے لیے روزانہ اذان دیا کرتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مؤذنین کے لیے مغفرت کی خصوصی دعا فرمائی ہے۔

اللهم اغفر للمؤذنين. (رواہ الترمذی، باب الامام ضامن والمؤذن مؤتمن: ۲۰۷، ۵۱/۱)

اے اللہ! مؤذنین کی مغفرت فرما۔

ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من أذن محتسبا سبع سنين، كتب له براءة من النار.

(رواہ ابن ماجہ عن ابن عباسؓ، باب فضل الاذان: ۷۲۷)

جو شخص سات سال ثواب کی نیت سے اذان دیتا رہے گا، اس کے لیے جہنم سے خلاصی کا پروانہ لکھ دیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے:

من أذن ثنتى عشرة سنة، وجبت له الجنة، وكتب له بتاذينه في كل يوم ستون حسنة، ولكل إقامة ثلثون حسنة.

(رواہ ابن ماجہ عن ابن عمر باب فضل الاذان: ۷۲۸)

جو شخص بارہ سال تک اذان دیتا رہے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے، اس کی اذان کے بدلے ہر دن ساٹھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اقامت کے بدلے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: ان روایات میں بظاہر جو تعارض نظر آتا ہے، حقیقت میں کوئی تعارض نہیں، اخلاص کی کمی وزیادتی اور کثرتِ اذان وقلتِ اذان کے اعتبار سے اس طرح کا تعارض ہوتا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا: انسان کی زیادہ سے زیادہ عمر ایک سو بیس سال اور عموماً ساٹھ اور ستر سال ہوتی ہے، لہذا ان احادیث سے یہ مراد ہے کہ اگر انسان اپنی عمر کا دسواں حصہ اذان دے، تو یہ فضیلت حاصل ہوگی۔ (حاشیۃ ابن ماجہ: ۵۳)

❁❁❁

ایک لمحۂ فکریہ برائے ذمہ دارانِ مساجد

اذان اور مؤذنین کی جو غیر معمولی فضیلتیں احادیث میں آئی ہیں، ان کا راز یہی ہے کہ اذان ایمان واسلام کا شعار ہے، اپنے معنے اور ترتیب کے اعتبار سے دین کی نہایت بلیغ دعوت و پکار ہے، مؤذن اس کا داعی اور اللہ کا منادی ہے۔

خیر القرون میں مؤذن کو کما حقہ عزت واحترام حاصل تھا، اور یہ سراپا قابل رشک تھے، حضرات صحابہؓ اذان دینے کا شرف حاصل کرنے کے متمنی وخواہش مند رہتے تھے۔

الغرض خیر القرون میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیبی احادیث اور مؤذنین کے لیے خصوصی دعائے مغفرت:

اللهم اغفر للمؤذنين.

کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں مؤذن کو بڑی عزت وعظمت حاصل تھی۔

افسوس! آج ہم مسلمانوں نے اس حقیقت کو بالکل بھلا دیا اور اذان کہنا ایک حقیر سا پیشہ بن گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مکمل طور پر صادق آتی ہے، جس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرات صحابہؓ سے فرمایا:

إن بعد كم زمان سفلتهم مؤذنهم. (کنز العمال عن ابی ھریرۃ ۲۰۹۴۲)

تمہارے زمانے (خیر القرون) کے بعد ایسا زمانہ آئے گا جس میں قوم کے کم حیثیت اور بے قیمت لوگوں کو مؤذن بنایا جائے گا۔

شبیل بن عوفؒ کہتے: حضرت عمرؓ ہمارے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا:

من مؤذنكم اليوم؟ ہم نے کہا، ہمارے غلام، حضرت عمرؓ نے فرمایا:

إن ذالک بکم لنقص كثير.

یہ تمہاری بہت بڑی کمزوری ہے۔ (رواہ عبد الرزاق، باب فضل الاذان: ۱۸۷۱، ۱/ ۳۶۲)

حضرت عمرؓ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اذان اتنی بے قیمت نہیں ہے کہ اس کو غلاموں

کے حوالہ کردیا جائے ؛ بلکہ یہ تو اتنی اہم عبادت ہے کہ ہر آدمی امیر وغریب اور غلام و مالک ہر ایک کو اس کو انجام دینے کی کوشش کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سيأتي على الناس زمان يتركون الأذان على ضعفائهم، وتلك لحوم حرمها الله على النار لحوم المؤذنين. (عن عمرؓ کنز العمال: ۲۰۹۴۱، ۷/۲۸۲)

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں اذان کو سماج ومعاشرے میں کمزور لوگوں کے سپرد کردیں گے، حالاں کہ ان کے جسم ایسے ہیں کہ اللہ نے ان پر آگ کو حرام قرار دیا ہے۔

قابل قدر قارئین کرام!

جس زمانے میں ہم لوگ زندگی گزار رہے ہیں، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اذان دینا ایک حقیر کام بن چکا ہے، پڑھے لکھے لوگ بھی اذان دینے سے شرم محسوس کرتے ہیں، ہمارے سماج ومعاشرے میں مؤذن اُس شخص کو بنایا جاتا ہے جو انتہائی پس ماندہ، دینی وعقلی اعتبار سے بے حد کمزور، بدنی اعتبار سے معذور اور دنیوی اعتبار سے مجبور ولاچار ہو، چاہے وہ شخص دین دار ہو، یا نہ ہو، چاہے وہ کلماتِ اذان کو صحیح ادا کرسکتا ہو، یا ادا نہ کرسکتا ہو، حالاں کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیبی احادیث، حضرات صحابہؓ کے اقوال اور اس سلسلے میں ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی فکر اور واقعات موجود ہیں، ہمارا یہ عمل اسلام کے عظیم شعار کے ساتھ بے حرمتی وناقدری نہیں ہے؟ تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمارے اِس عظیم ترین اجتماعی گناہ کو معاف فرمائے، ہمیں توبہ اور اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

قابلِ غور بات ہے کہ ہمارے معاشرے وسماج میں اس کی نوبت کیوں پیش آئی؟ اس کی ایک ظاہری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم مؤذنین حضرات کی عزت، اکرام اور ان کی شان کے لائق احترام اور خدمت نہیں کرتے ؛ بلکہ امام ومؤذن کو اپنے گھر کا غلام وخادم سمجھتے ہیں، ان کی معمولی غلطی پر اُن کی تحقیر وتذلیل کرتے ہیں، محلے کا ہر کس وناکس مسجد میں پہنچ کر ان سے الجھتا ہے، ان وجوہ کی بنا پر لوگ اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے

سے بھاگتے ہیں۔

حقیقت میں مؤذنین حضرات دنیا وآخرت میں قابل تعظیم وتکریم اور لائق احترام ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے، ان پر اگلے پچھلے تمام لوگ رشک کریں گے، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو دنیا میں صبح وشام پنج وقتہ نمازوں کے لیے اذان دیا کرتا تھا۔ (تقدم تخریجہ)

دوسری اہم وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ہم لوگ مؤذنین حضرات کے بنیادی دنیاوی ضروریات کا خیال نہیں رکھتے، حالاں کہ خیر القرون میں ان کی دنیاوی ضروریات کا خیال رکھا جاتا تھا اور ان کا مالی تعاون کیا جاتا تھا۔

علامہ شبلی نعمانیؒ ''الفاروق'' میں لکھتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ہر شہر وقصبے میں امام ومؤذن مقرر فرمایا اور بیت المال سے ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔

(بحوالہ تعمیر حیات ج ۷۴ ش ۲۱۔۲۲)

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ مؤذنین حضرات کی بنیادی ضروریات کا خاطر خواہ خیال رکھیں؛ تاکہ یہ حضرات اسلام کے ایک عظیم شعار کی ذمہ داری کو بحسن وخوبی اور یکسوئی کے ساتھ انجام دینے میں مشغول ہیں۔

مؤذنین کے حقوق کی ادائیگی ان کی حاجت براری دنیا میں خیر وبرکت کا باعث اور آخرت میں فلاح وسعادت کا ذریعہ ہے، ان کی تذلیل، تحقیر اور ان کی حق تلفی دنیا میں ذلت، رسوائی اور آخرت میں ناکامی ونامرادی کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو مؤذنین حضرات کی صحیح قدر کرنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

باب دوم:

اذان کے احکام و مسائل

اذان کا شرعی حکم

اذان نماز با جماعت کا اعلان و بلاوا ہے، ایمان کی دعوت و پکار ہے اور شعارِ اسلام ہے، اسی وجہ سے شریعتِ اسلامیہ نے اس کو پنج وقتہ نمازوں اور جمعہ کے لیے سنتِ مؤکدہ (قریب من الواجب) قرار دیا ہے۔

بعض علماء نے حضرت امام ابو یوسف امام محمدؒ کے اقوال کی روشنی میں اذان کو واجب قرار دیا ہے، حضرت امام محمدؒ کا قول:

لو اجتمع أهل بلد علی ترکه (الأذان) قاتلناهم علیه.

اگر کسی بستی والے اذان کے ترک کرنے پر متفق ہو جائیں، تو ہم ان سے قتال کریں گے (ایک اہم دینی کام کو ہلکا سمجھنے کی وجہ سے)

قاضی امام ابو یوسفؒ کے قول:

یحبسون، ویضربون.

اگر کسی بستی والے اذان ترک کردیں، تو ان کو مارا پیٹا جائے گا اور قید کردیا جائے گا۔ (البحر الرائق ۱/ ۲۴۴ فتح الملھم ۳/ ۱۴۵)

جمہور علماء (صاحب ہدایہ وتحفہ وغیرہ) نے اذان کو سنت مؤکدہ ہی فرمایا ہے، امام شافعیؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔

علامہ نووی شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں:

وهو قول جمهور العلماء. (عمدۃ القاری ۱/ ۱۴۷)

ملک العلماء علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد ومنافات نہیں ہے، اس لیے کہ سنت مؤکدہ اور واجب عمل کے اعتبار سے دونوں برابر ہوتے ہیں، خاص طور سے وہ سنت جو شعارِ اسلام میں سے ہو، اس کو کسی حال میں ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

(بدائع الصنائع، واجبات الصلوات ۱/ ۳۶۴)

مسائل

مسئلہ (۱) اگر کسی بستی والے اذان کے ترک کرنے پر اتفاق کرلیں، تو امام محمدؒ کے نزدیک امیر المسلمین خلیفۂ وقت اُس بستی والوں سے قتال کرے گا (اگر اس بستی پر مسلمانوں کا قابو نہ چلتا ہو) استخفاف فی الدین کی جہ سے؛ کیوں کہ اذان شعائرِ سلام میں سے ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس بستی والوں کو مارا جائے گا، پیٹا جائے گا اور قید کردیا جائے گا۔ (البحر الرائق ۱/ ۲۴۴، فتح الملہم ۳/ ۱۴۵)

مسئلہ (۲) اگر کوئی شہر زیادہ وسیع ہو، جیسے مرکزی اور بڑے بڑے شہر اگر ایک محلے والے اذان دیں، تو جہاں تک آواز پہنچے گی، وہاں تک کے لوگوں کے ساتھ قتال نہیں کیا جائے گا۔ (اور گناہ بھی نہیں ہوگا)

مسئلہ (۳) اگر کسی محلے میں مسلمانوں کی آبادی ہو، دوسرے محلے کی اذان کی آواز وہاں تک نہ پہنچتی ہو، تو ترک اذان کی وجہ سے محلے والے گناہ گار ہوں گے اور نیز خلیفہءوقت ان کی سرزنش کرے گا۔

قال فی النهر: ولم ارحكم البلدة الواحدة ،إذا اتسعت اطرافها كمصر، والظاهرأن كل اهل محلة إن سمعوا الاذان، ولو من اهل محلة اخرى يسقط عنهم، لا ،إن لم يسمعوا. (فتح الملہم ۳/ ۱۴۵۔ کذا فی رد المحتار)

مسئلہ (۴) اگر کوئی آدمی یا جماعت سفر میں ہو، تو ان کے لیے اذان و اقامت دونوں مستحب ہیں، اذان و اقامت دونوں کو ترک کرنا مکروہ ہے، اگر صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھ لیں، تو کراہت باقی نہیں رہے گی۔

لمسافر يؤذن، ويقيم...فإن تركهما جميعا ،يكره.
(ھدایہ ۱/ ۲۹، فتح القدیر/ ۲۶۱)

قال رسول الله :إذا حضرت الصلوة ،فأذنا، وأقيما ، ثم ليؤمكما (رواه البخارى عن مالك بن الحويرث، باب من قال ليؤذن فى

السفر)فیہ،الامرباذان الجماعة وھوعام للمسافر، وغیرہ، و کافة العلماء علی استحباب الأذان للمسافر. (عمدۃ القاری ۴/۲۰۱)

مسئلہ (۵)اگرکوئی مقیم منفرد شخص عذر کی وجہ سے یا بلا عذر ہی مسجد کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا، محلے کی مسجد میں اذان ہوگئی ہے، پھر بھی اس کے لیے اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور بلا اذان و اقامت بھی وہ شخص نماز پڑھ لے، تو درست ہے۔

مسئلہ (۶) اگرکئی افراد کی جماعت چھوٹ گئی ہو، تو ان کے لیے بھی اذان و اقامت مستحب ہے، اگرچہ محلے و بستی کی اذان ہوئی ہو، اذان و اقامت دونوں کا ترک کرنا مکروہ ہے، صرف اقامت پر اکتفاء کرنا بلا کراہت درست ہے۔

قال محمد رحمہ اللہ: أخبرنا أبو حنیفة رحمہ اللہ عن حماد عن ابراھیم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أنه أم اصحابه رضی اللہ عنہ فی بیته بغیر اذان ولاإقامة ، وقال إقامة الامام تجزئ، قال محمد :وبھذا نأخذ، إذا صلی الرجل وحدہ، فإذاصلوا فی جماعة، فأحب الینا ان یؤذن، ویقیم، فإذاأقام، وترک الأذان، فلابأس به. (اعلاء السنن ۲/۱۲۶، فتح القدیر ۱/۲۶۱)

مسئلہ (۷)اگرکوئی منفرد سفر میں بھی نہ ہو اور شہر و بستی میں بھی نہ ہو، آبادی سے باہر رہتا ہو، تو اس کے لیے اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کرنا مستحب ہے، اگر اذان نہ دے، تو کوئی حرج نہیں۔

عن عقبة رضی اللہ عنہ بن عامر قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : یعجبک ربک عن راعی غنم فی رأس شظیة للجبل یؤذن بالصلوة، ویصلی ، فیقول اللہ عزوجل :انظرو الی عبدی ھذا یؤذن ،ویقیم ،یخاف منی، قدغفرت لعبدی، وادخلته الجنة.

(ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب الاذان فی السفر :۱۲۰۳)

مسئلہ (۸)اذان و اقامت نماز کی سنت ہے نہ کہ وقت کی، لہٰذا جب فوت شدہ

نماز کی قضا کرے، تو اس نماز کے لیے بھی اذان و اقامت مستحب ہے، بلا اذان و اقامت قضا کرنا مکروہ ہے۔

نوٹ: البتہ منفرد کے اداء وقضاء میں فرق ہے، وقتیہ نماز منفرد کو بلا اذان و اقامت ادا کرنا بغیر کراہت کے درست ہے، فوت شدہ نماز کی قضاء بلا اذان و اقامت مکروہ ہے۔

فوت شدہ نماز اگر مسجد میں ادا کی جارہی ہو تو اذان نہ کہی جائے، خواہ ایک کی فوت ہوئی ہو یا کئی افراد کی، فقہاء نے فائتہ نمازوں کی قضاء بھی مسجد میں کرنے سے منع کیا ہے، اس لیے کہ اس سے نماز کو بے وقت پڑھنے کا ثبوت اور دینی امور میں سستی و کاہلی کا اظہار ہے، لہذا قضاء نمازیں چپکے سے ادا کریں۔

نوٹ: مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ فوت شدہ نماز باجماعت کی قضا کی جارہی ہو، تو باآواز اذان کہی جائے، ایسے ہی منفرد صحراء میں قضا نماز پڑھ رہا ہو، تو وہ بھی بلند آواز میں اذان کہہ لے؛ لیکن اگر گھر میں قضا کر رہا ہو، تو آہستہ کہے۔

فی حدیث طویل عن ابی قتادة رضی اللہ عنہ ثم أذن بلال رضی اللہ عنہ بالصلوۃ، فصلی رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ركعتين، ثم صلى الغداة، فصنع، كما يصنع كل يوم، وفي رواية لأبي داؤد أنه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أمر بلالا رضی اللہ عنہ بالأذان والإقامة حين ناموا عن الصبح، وصلوها بعد ارتفاع الشمس.

(رواہ عن أبی ھریرۃ فتح القدیر ۱/۲۵۶، اعلاء السنن ۲/۱۲۶، باب الأذان والإقامۃ للفائتۃ)

قال في البحر: ذكر الشارح: أن الضابط عندنا أن كل فرض أداءً، كان أو قضاءً يؤذن له، ويقام، سواء أدى منفردًا أو بجماعة إلا الظهر يوم الجمعة في المصر ۔۔۔ أن القضاء مخالف للأداء في الأذان لأنه يكره تركهما في القضاء، ولا يكره في الأداء، وكلاهما في البيت، لا في المسجد، وهل يرفع صوته بأذان الفائتة، فينبغي أنه إن كان القضاء بالجماعة يرفع، وان كان منفردًا، فإن كان في البيت لا يرفع. (البحر الرائق ۱/۴۵۵، کتاب الأذان)

مسئلہ (۹) اگر فوت شدہ نمازوں کی ایک ہی مجلس میں قضا کرے، تو ان میں سے پہلی نماز کے لیے اذان و اقامت دونوں کہے، بقیہ نمازوں کے لیے صرف اقامت کہے۔

نوٹ: اگر مجلس بدلتی رہے اور قضا کی جانے والی نمازیں ایک سے زائد ہوں، تو ان کا بھی یہی طریقہ ہے۔

عن عبيدة بن عبد الله رضي الله عنه بن مسعود عن أبيه أن المشركين شغلوا النبي صلى الله عليه وآله وسلم يوم الخندق عن أربع صلوات حتى ذهب من الليل ماشاء الله ، فأمر بلالا رضي الله عنه فأذن ، ثم أقام ، فصلى الظهر ، ثم أقام ، فصلى العصر، ثم أقام، فصلى المغرب، ثم أقام، فصلى العشاء.

(رواه احمد والنسائی ، والترمذی ، وقال لیس باسناده بأس ، الا أن أبا عبیدۃ لم یسمع من عبد اللہ، اعلاء السنن، باب الاذان، والاقامۃ للفائتۃ وکفایۃ الاذان الواحد للفوائت، ۲/ ۱۲۷)

❁❁❁

اذان جمعہ سے متعلق مسائل

مسئلہ (۱) اذان ثانی حاضرین کے اعلان کے لیے ہے؛ تاکہ حاضرینِ مسجد سنن، نوافل، تلاوت اور تسبیح وغیرہ سے فارغ ہوجائیں اور خطبہ سننے کے لیے متوجہ ہو جائیں، اس اذان میں بقدر ضرورت آواز بلند ہونا چاہئے، زیادہ بلند ہونا اور کسی اونچی جگہ پر اذان دینا مستحب نہیں ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

لغز: أی الأذان لا یستحب رفع الصوت فیہ؟ قل: ھو الأذان الثانی یوم الجمعة الذی یکون بین یدی الخطیب، لأنہ کالإقامة لاعلام الحاضرین، صرح بہ جماعة من الفقھاء. (السعایة، باب الاذان ۲/۳۸)

پھیلی: وہ کونسی اذان ہے جس میں آواز بلند کرنا مستحب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ کے دن خطیب کے سامنے دی جانے والی اذان ہے، اس لیے کہ یہ اذان اقامت کی طرح حاضرین کی اطلاع کے لیے ہے۔

مسئلہ (۲) اذان ثانی کا جواب زبان سے نہ دے؛ بلکہ دل دل میں جواب دے۔

ینبغی أن لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الأذان بین یدی الخطیب.

(الدر المختار مع رد المحتار باب الأذان ۲/۷۰)

مسئلہ (۳) اذان ثانی خطیب کے سامنے مسجد کے اندر دی جانا چاہئے، دائیں بائیں تھوڑا سا ہٹ سکتا ہے، یہ بھی خطیب کے سامنے ہی شمار کیا جائے گا۔

کونہ بین یدی الخطیب عام شامل لما کان فی محاذاتہ أو شیئا منحرفا الی الیمین او الشمال أو یکون علی الأرض أو الجدار.

(بذل المجھود، باب النداء یوم الجمعة ۶/۸۵)

مسئلہ (۴) **اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ** (الجمعة:۹)

جب جمعہ کے دن اذان دی جائے ،تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ واور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

علمائے کرام کے نزدیک اس اذان سے مراداذان ثانی ہے جو خطیب کے سامنے دی جاتی ہے، جب اذان اول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شروع ہوئی، تو یہ ممانعت اس اذان سے بھی ہوگی یا نہیں؟اس میں علماء کا اختلاف ہے ،جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم اذان اول سے بھی متعلق ہے،اس لیے کہ اگراذانِ ثانی کے بعد جمعہ کے لیے مسجد کی طرف سعی کرے ،تو جمعہ کی سنتیں چھوٹ جائیں گی اور بسااوقات جمعہ کے فوت ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔(تبیین الحقائق ،شرائط وجوب الجمعۃ ۱/ ۲۲۳)

لہٰذا جب محلے کی اذان اول شروع ہوجائے ،تو جن لوگوں پرنمازِ جمعہ فرض ہے ان کے لیے خرید وفروخت ، نکاح اور دیگر تمام معاملات ،صنعت وحرفت کے تمام امور؛ یہاں تک کہ سونا ،لکھنا ، پڑھنا، کھانا، پینا اور کوئی دینی کام بھی کرنا جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہو، نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک مکروہ تحریمی ہوجاتے ہیں۔

(الموسوعۃ الفقھیۃ ،کویت ۱۰/ ۲۴۴ ،شرح ابی داؤد للعینی ۴/ ۴۲۶)

ایک قابل غور بات

اذانودی للصلوۃ سے مراد جمہور علماء کے نزدیک اذان اول ہے، جب اذان ہوجائے ،تو تمام مصروفیات کو چھوڑ کر نماز کی تیاری میں لگ جانا چاہئے ،اگرکوئی اذان کے بعد بھی دیگر کاموں میں مصروف رہا ،نماز کی تیاری میں نہیں لگا ،تو وہ از روئے شریعت گنہگار ہوگا۔

موجودہ زمانے میں جو نظام مساجد میں جاری ہے(خاص طور سے جنوب ہندوستان بنگلور میں جہاں بعض مساجد میں ۱۲:۳۰ بجے اذان اور ۳:۰۰ بجے نماز جمعہ ہوتی ہے) کہ نماز جمعہ سے تقریبًا ایک گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ پہلے اذان جمعہ دی جاتی ہے، اگر کوئی شخص اتنی دیر پہلے سے نماز کی تیاری کر کے نماز کے لیے سعی نہیں کرتا ہے،تو گویا وہ گنہگار رہے ،غور کرنے کی بات یہ ہے کہ عربی خطبہ اور اقامت سے اتنی دیر پہلے کسی آدمی کو اُس کی

مصروفیات ومشغولیات سے فارغ ہونے پر خواہ مخواہ مجبور کرنا، نیز شرعاً گنہگار بننے کی ترتیب قائم کرنا، کہاں درست ہوگا؟ اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

لہٰذا اس سلسلے میں علمائے کرام و ذمہ دارانِ مساجد کو غور کر کے اپنی اپنی مساجد میں نماز جمعہ کی ایسی ترتیب بنانی چاہئے جس سے دینی باتیں سننے وسنانے کا موقع بھی باقی رہے اور لوگوں پر دینی و دنیوی اعتبار سے بار بھی نہ پڑے، بعض علمائے کرام کا اس سلسلے میں سخت موقف ہے۔

چناں چہ مفتی رشید احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں: آج کل نمازِ جمعہ سے قبل تقریر کا دستور ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اذان اول اور خطبہ کے درمیان بہت وقفہ رکھا جاتا ہے، اس کی وجہ سے جو لوگ اذانِ اول سن کر فوراً جمعہ کی تیاری میں مشغول نہیں ہوتے، ان کے اِس گناہ کا سبب مسجد کی منتظمہ ہے، اس لیے منتظمہ بھی سخت گنہگار ہوگی، منتظمہ پر لازم ہے کہ اذان اول وخطبہ کے درمیان زیادہ فصل نہ رکھیں۔ (احسن الفتاوی ۴/ ۱۲۴)

❁❁❁

اذان کا مسنون طریقہ

کلماتِ اذان پندرہ ہیں، فجر کی اذان میں ''حَیَّ علَی الْفَلَاح'' کے بعد ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صرف اذان فجر میں تثویب کرو۔ (ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر:۱۹۸)

حضرت بلالؓ نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو متوجہ کرنے کے لیے ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' کہا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس کو اذان صبح میں شامل کرلو۔

(مؤطا امام مالک، کتاب الصلوۃ، ماجاء فی النداء للصلوۃ:۱۹۸)

اس روایت سے معلوم ہوتا کہ ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' کی ابتداء حضرت عمرؓ کے زمانے سے ہوئی؛ لیکن علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: الصلوۃ خیر من النوم کا اضافہ حضرت عمرؓ کی طرف سے کسی نئی چیز کی ایجاد نہیں ہے؛ بلکہ یہ سنت ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا، حضرت عمرؓ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جو چیز شریعت میں جہاں ثابت ہو، اسی جگہ اس کو استعمال کرنا چاہیے۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب الاذان: ۶۵۲)

أَللّٰهُ اَكْبَرْ أَللّٰهُ اَكْبَرْ . أَللّٰهُ اَكْبَرْ أَللّٰهُ اَكْبَرْ .

أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ . أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰه .

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهُ . أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه.

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوه، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوه.

حَيَّ عَلَى الفَلَاحُ، حَيَّ عَلَى الفَلَاحُ.

أَللّٰهُ اَكْبَرْ أَللّٰهُ اَكْبَرْ . لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰه .

اذان میں تحسینِ صوت مطلوب ہے، مقصود نہیں، لہٰذا تحسن صوت کے لیے غیر مدہ حروف کو جہاں مد کی شرعًا اجازت نہ ہو، مثلاً: أَللّٰهُ اَكْبَرْ کی ''یا'' أَشْهَد کی ''دال'' أَنَّ

کا ''نون'' مُحَمَّد کی ''میم'' اور ''دال'' رسول کی ''را'' وغیرہ کلمات کو حروف کی کمی وزیادتی، حرکات وسکنات کی تبدیلی کے ساتھ کھینچنا لحن جلی ہے۔

فتاوی ھندیہ میں ہے:

المد فی اول التکبیر کفر، وفی آخرہ خطأ فاحش. (۵۶/۱)

لفظ اللہ کے شروع (ہمزہ) میں مد کرنا کفر ہے، (سوالیہ جملہ بن جانے کی وجہ سے) اور آخر میں (اکبر کی باء) مد کرنا فحش غلطی ہے۔

تحسین صوت کے لیے غیر مدہ حروف کو حروف کی کمی وزیادتی کے ساتھ کھینچنا یہ موسیقی ونغمات کا طرز ہے، اس طرح اذان دینا ناجائز وحرام ہے، اس طرح کے اذان کا جواب دینا ضروری نہیں؛ بلکہ اعادہ لازم ہے۔

علامہ ابن ھمام تحریر فرماتے ہیں:

''فظهر من هذا أن التلحين هو إخراج الحرف عما يجوز له في الأداء، وهو مصرح في كلام الامام أحمد فإنه سئل عنه في القراءة، فمنعه، فقيل لم؟ قال: ما اسمک؟ قال محمد، قال له، يعجبک أن يقال لک: يا موحامد؟ قال :وإذا كان لم يحل في الأذان، ففي القراءة أولى، وحينئذ لا يحل سماعها''. (فتح القدیر ۲۵۳/۱)

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ جائز طریقے کے خلاف حروف کو ادا کرنے کا نام تلحین ہے،، امام احمدؒ کے کلام میں اس کی صراحت موجود ہے، چناں چہ آپ سے قراءت کے سلسلے میں دریافت کیا گیا، تو آپؒ نے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟ کہا محمد، آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہیں یا موحامد کہا جائے اور فرمایا جب اذان میں یہ بات درست نہیں ہے، تو قراءت میں کیسے درست ہوسکتی ہے؟ لہذا خلافِ شرع جو اذان دی جائے اس کا جواب دینا بھی جائز نہیں ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے موذن سے فرمایا:

أذن أذانا سمحًا وإلا اعتزلنا.

(أخرجہ البخاری، کتاب الصلوۃ، باب رفع الصوت بالنداء:۶۰۹)

قال المحشی سمحا ای بلانغمة وتطریب کأنه یطرب فی صوته، وینعم فامره ابن عبد العزیز بالسماحة ،وهی أن یمسح بترک التطریب،ویمدصوته.

سیدھی سادی اذان دو، ورنہ ہم تم کواس ذمہ داری سے معزول کر دیں گے۔

بخاری کے محشی تحریر فرماتے ہیں: سمحا یعنی نغمہ اور راگ کے بغیر اذان دو، گو یا وہ اپنی آواز میں راگ پیدا کر رہے تھے،تو حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے سماحت کا حکم فرمایا، یعنی بے ضابطہ کی راگ کو چھوڑنے کا حکم فرمایا۔

ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہا: حضرت میں آپ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں ،حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: میں تم سے اللہ کے لیے بغض رکھتا ہوں ،اس شخص نے عرض کیا: کیا بات ہے؟ فرمایا: مجھے معلوم ہوا کہ تم اذان میں تغنی (موسیقی کا طرز اختیار) کرتے ہو۔(بدائع ۱/۱۷۳)

البتہ جن کلمات میں مد اصلی ہو،مثلاً اللہ کا ''لام'' یا مد منفصل ہو مثلاً: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ یا مد اصلی وقفی ہو،مثلاً: إِلَّا اللهُ ان حروف میں شرعی مقدار کے مطابق مد کرنا اور مد تعظیمی کرنا بھی جائز ہے،جیسا کہ بعض علماء نے اس کو الفاظِ ذکر میں جائز قرار دیا ہے۔

یجوز إجراء وجه مد ''لا إله إلا الله'' عند من أجری للتعظیم کما قدمنا فی باب المد بل کان بعض من أخذ نا عنه من شیوخنا المحققین یأخذون بالمد مطلقًامع کونهم لم یأخذوا بالمد للتعظیم فی القرآن، وهو المد للتعظیم فی الذکر .(النشر فی القراءات العشر ،حکم اتیان بالتکبیر وسببہ''۲/ ۴۳۹،بحوالہ فتاوی محمودیہ ۵/ ۴۱۴،ادارہ صدیق)

اللہ اکبر اللہ اکبر دو کلمے ایک کلمہ کے حکم میں ہیں،اللہ اکبر کی راء کو ساکن پڑھنا سنت ہے۔

حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح میں علامہ حلوانی نے مد کی اجازت دی ہے؛ کیوں کہ اس میں اللہ کے ذکر کا معنی نہیں ہے؛لیکن یہ بھی خلاف اولیٰ ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

أن يكون جزما. (بدائع ۱/ ۳۷) **معناه أن التكبير لا يمد ولا يعرب بل يسكن آخره كما في النهاية.** (هامش البدائع)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

قيل: لا بأس به في الحيعلتين أي قال الحلواني لا بأس بإدخال المد في الحيعلتين لأنها غير ذكر، وتعبيره بلا بأس يدل على أن الأولى عدم. (ردالمحتار ۲/ ۵۳)

❁❁❁

الصلوٰۃ خیر من النوم کی تحقیق

فجر کی اذان میں تثویب مسنون ہے ،لفظ تثویب حدیث وفقہ کی کتابوں میں استعمال ہوا ہے،تثویب، باب تفعیل کا مصدر ہے،اس کا معنی لوٹنا ہے،ثوب (کپڑے) کوثوب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بدن پر بار بار لوٹتا ہے،ثواب کوثواب اس لیے کہتے ہیں وہ عمل کرنے والے کی طرف بدلے کے طور پر لوٹتا ہے، پس تثویب کا معنی ہوا اعلان کے بعد اعلان کرنا۔

تثویب کی دوصورتیں ہیں، پہلی صورت: اذان فجر میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوہ.
کے بعد ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ '' کہنا یہ تثویب بالاتفاق سنت ہے، یہ کلمات شروع زمانے میں کلماتِ اذان میں شامل نہ تھے، نہ آسمانی فرشتہ جس نے کلمات اذان کی تلقین کی،اس کی اذان میں تھے،ان کی ابتداء کیسے ہوئی،اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کونماز فجر کی اطلاع دینے کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرمارہے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کومحسوس فرما کر ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے اور فرمایا:

ماأحسن هذا یا بلال! إجعله فی أذانک.

اے بلال! یہ کلمات کس قدر عمدہ ہیں،ان کو اپنی اذان (فجر) میں شامل کرلو، چناں چہ اسی وقت سے ان کلمات کو اذان میں شامل کرلیا گیا (اور امت میں معمول بہا ہو گئے)
(رواہ ابن ماجہ عن سعید بن المسیب مرسلاً فی باب السنۃ فی الاذان ۵۲، فتح القدیر ۱/۲۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من السنة إذا قال المؤذن فی أذان الفجر ''حَیَّ عَلی الصلوة'' قال '' الصلوة خیر من النوم'' مرتین. (رواہ الدارقطنی ،باب ذکر الاقامۃ ۱/۱۵۱، قال البیھقی: اسنادہ صحیح ،نصب الرایۃ ۱/۳۳۹)

ایک شبہ اور اس کا جواب

امام مالکؒ نے مؤطا میں اپنی بلاغات میں ذکر فرمایا ہے:

أن المؤذن جاء الی عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب یؤذنه لصلوة الفجر، فوجده نائما، فقال: الصلوة خیر من النوم، فأمره عمر رضی اللہ عنہ أن یجعلها فی نداء الصبح.

حضرت عمرؓ کی خدمت میں مؤذن نماز فجر کی اطلاع کے لیے حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ کو سوتے ہوئے پایا، تو مؤذن نے ''الصلوۃ خیر من النوم'' کہا، تو حضرت عمرؓ نے مؤذن کو حکم دیا کہ ان کلمات کو اذانِ فجر میں شامل کرلو۔

حضرت عمرؓ کے اس جملے سے اشتباہ ہوتا ہے کہ تثویب کی یہ صورت حضرت عمرؓ کے حکم سے ہوئی ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ پیچھے مفصل گذرا۔

نیز علامہ زرقانیؒ نے شرح مؤطا میں حافظ ابن عبد البرؒ سے نقل کیا ہے: حضرت عمرؓ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کو صرف اذانِ فجر میں کہو، اس لیے کہ اذان فجر ہی میں مشروع ہوئے ہیں، ان کا بے جا استعمال نہ کرو، شریعت جس چیز کو جہاں استعمال کرے، اس کو اُسی جگہ استعمال کرنا چاہیے۔

علامہ باجیؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ ان کلمات کو بے موقع استعمال کرنے پر مؤذن کی نکیر فرمائی ہے اور مؤذن کو حکم دیا کہ ان کلمات کو صرف اذان فجر میں کہنا چاہیے نہ کہ امراء و خلفاء کے دروازے پر۔

علمائے کرامؒ نے حضرت عمرؓ کے مذکورہ قول کی دیگر متعدد تاویلات و توجیہات بھی فرمائی ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالکؒ ۲/۵۵، اعلاء السنن ۲/۱۰۳)

تثویب کی دوسری صورت

اذان کے بعد جماعت کھڑی ہونے سے کچھ دیر پہلے ''حی علی الصلوۃ'' یا ''الصلوۃ'' یا ''الصلوۃ جامعة'' وغیرہ الفاظ کے ذریعے لوگوں کو نماز کے لیے بلانا، یہ تثویب مستحدث (بدعت) ہے، حضرات صحابہؓ نے اس کو سخت ناپسند کیا ہے، حضرت مجاہدؒ

فرماتے ہیں: میں حضرت ابن عمرؓ کو ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے لے گیا، اُس مسجد میں اذان ہو چکی تھی، مؤذن نے (بدعت والی) تثویب کی، تو حضرت ابن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا: ہمیں اس بدعتی کے پاس سے لے چلو۔

عن مجاهد رحمة الله عليه قال دخلت مع عبد الله بن عمر رضي الله عنه مسجدًا، وقد أذن فيه نحن نريد أن نصلي فيه، فثوب، المؤذن، فخرج عبد الله بن عمر رضي الله عنه، وقال أخرج من عند هذا المبتدع، ولم يصل فيه، رواه الترمذي، وقال إنما كره عبد الله بن عمر رضي الله عنه التثويب الذي أحدثه الناس بعد. (ترمذی، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر ۱/ ۵۰)

❁❁❁

صفات المؤذن

(مؤذن کیسا ہونا چاہئے)

(۱) مؤذن مرد ہو۔

عورت کی اذان بالاتفاق مکروہ ہے، اس لیے کہ اگر عورت آواز بلند کرے، تو معصیت کی مرتکب ہوگی، اگر آواز پست کرے، تو اذان کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"منها أن يكون رجلا، فيكره أذان المرأة، باتفاق الروايات لأنها إن رفعت صوتها، فقد ارتكبت معصية، وإن خفضت، فقد تركت سنة الجهر، ولأن أذان النساء لم يكن فی السلف، فكان من المحدثات". (بدائع الصنائع ۱/ ۳۷۲)

(۲) عاقل ہو۔

پس مجنون ونشہ مند آدمی کی اذان مکروہ اور قابل اعادہ ہے، اذان اسلام کا شعار ہے اور قابلِ تعظیم ذکر ہے، ان لوگوں کو اس کی ذمہ داری دینے میں شعار اسلام کی بے حرمتی ہے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"منها أن يكون عاقلا، فيكره أذان المجنون، والسكران، الذی لايعقل لأن الأذان ذكر معظم، وتاذينهما ترك لتعظيمه".

(بدائع الصنائع ۱/ ۳۷۲)

البتہ باشعور لڑکے کی اذان ظاہر روایت کے مطابق بلا کراہت درست ہے؛ لیکن بالغ کی اذان افضل ہے۔

كذا أذان الصبی العاقل، وإن كان جائزا حتى لايعاد، ذكره فی ظاهر الرواية لحصول المقصود، وهو الإعلام لكن أذان البالغ أفضل لأنه فی مراعاة الحرمة أبلغ. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۷۲)

(۳) مؤذن عالم باعمل ہو، سنت سے واقفیت رکھتا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بنو حطمہ! اپنی قوم میں سب سے بہترین شخص کو مؤذن بناؤ۔

اجعلوا مؤذنكم أفضل فی أنفسكم. (کنز العمال عن صفوان بن سلیم: ۲۰۹۷۷)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے مؤذن بہتر لوگ ہونا چاہئے۔

ليؤذن لكم خياركم. (رواہ ابوداود عن ابن عباس، باب من احق بالامامۃ: ۵۹۰، ۱/ ۸۷)

سب سے بہترین لوگ علماء ہیں، فاسق اور بے عمل عالم اچھے لوگوں میں شامل نہیں ہے، نیز اگر مؤذن غیر عالم ہوگا، تو اذان میں سنتوں کی رعایت نہیں کرے گا۔

(بدائع الصنائع ۱/ ۳۷۳)

نیز فضائلِ اذان سے واقفیت نہ ہوگی، اوقاتِ صلوۃ سے واقف نہ ہوگا، علماء نے لکھا ہے کہ ایسا مؤذن مستحق اجر نہ ہوگا۔ (البحر الرائق ۱/ ۴۴۳)

(۴) مؤذن آزاد ہو۔

غلام کی اذان خلاف اولیٰ ہے، آزاد کا ہونا افضل ہے۔

مولانا عبد الحی لکھنویؒ تحریر فرماتے ہیں:

منها أن يكون حرا بصيرا لاأعرابيا ولا ولد الزنا ، ولا يكره أذانهم.

(السعایۃ ۲/ ۳۸)

(۵) اوقاتِ صلوۃ سے واقف ہو، نماز کے ابتدائی وانتہائی، مستحب، مباح اور مکروہ اوقات کو جاننا۔

(٦) مؤذن بینا ہو۔

اگر نابینا مؤذن کی کوئی رہنمائی کرنے والا ہو، تو نابینا شخص کے اذان دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبد اللہ ابن مکتوم کی یہی صورت حال تھی۔

مولانا عبد الحی لکھنویؒ تحریر فرماتے ہیں:

فإن قيل : قال في المبسوط : البصير أحب إلى أن يؤذن من الأعمى ، فكيف جعل رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إبن ام مكتوم الأعمى مؤذنا ، وغيره

أحب منه ؟قلنا :إنما يكون غيره أولى لأن غيره أعلم بمواقيت الصلوة ،وكان مع إبن ام مكتوم من يحفظ أوقات الصلوة،ومتى كان مع الأعمى من يحفظ عليه يكو ن تاذينه وتاذنين البصير سواء، ذكره شيخ الاسلام. (السعایۃ ٣٨/٢)

(٧) مؤذن اپنے عمل میں مخلص ہو، اذان کے ذریعے اللہ کی خوشنودی ورضامندی حاصل کرنا مقصود ہو۔

حضرت عثمان بن ابی العاص فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ایسا مؤذن مقرر کرو جو اپنی اذان پر معاضہ واجرت طلب کرنے والا نہ ہو۔

اتخذمؤ ذنا لا يأخذ على أذانه أجرا.

(رواہ ابوداؤد، باب اخذ الاجر علی الاذان:٥٣١، ٧٩/١)

لہٰذا مؤذنین حضرات کو چاہئے کہ وہ اللہ کی رضا کو مقصود بنائیں اور اجرت و معاوضہ کو اپنی ضرورت سمجھیں، ان شاء اللہ، اس طرح کی نیت ہو، تو اجر سے محروم نہ ہوں گے۔ (السعایۃ ٤٠/٢)

(٨) مؤذن ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو صحیح وقت میں اہتمام وپابندی کے ساتھ اذان دینے والا ہو، سست و کاہل اور لا پرواہ نہ ہو۔ (بدائع الصنائع ٣٧٣/١)

(٩) مؤذن امانت دار ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المؤذن مؤتمن. (رواہ الترمذی، باب ماجاء الامام ضامن والمؤذن مؤتمن عن ابی ھریرۃ:٢٠٧، ٥١/١)

ایک دوسری روایت میں فرمایا:

المؤذنون أمناء المسلمين على فطورهم وسحورهم.

(کنز العمال:٢٠٨٩٠، رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ)

مؤذنین حضرات سحری وافطاری کے تعلق سے مسلمانوں کے امانت دار ہوتے ہیں، اذان کی ذمہ داری خود ایک امانت ہے، اذان کی ذمہ داری کو اس کے تمام حقوق

وآداب کی رعایت کے ساتھ انجام دینا اس امانت کی وفاداری ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور سے افطار وسحری کے مسئلے میں مؤذنین حضرات کو متوجہ کیا ہے، اس لیے کہ اگر فجر کی اذان وقت سے پہلے ہو جائے، تو روزہ رکھنے والوں کو (رمضان کے علاوہ بھی قضا روزے، نفل روزے، نذر کے روزے وغیرہ ہو سکتے ہیں) سحری میں دقت ہوگی اور نیز اس سلسلے میں ان کے ساتھ خیانت ہوگی، اگر فجر کی اذان طلوعِ فجر کے بعد بھی نہ دی جائے، تو روزہ رکھنے والے سحری کا وقت باقی سمجھ کر سحری میں مصروف رہیں گے جس کی وجہ سے ان کا روزہ نہیں ہوگا اور تہجد گذار احباب بھی وقت باقی سمجھ کر تہجد میں مصروف ہوں گے؛ حالاں کہ اللہ کے نبی علیہ السلام نے طلوعِ فجر کے بعد فجر کی سنت نماز کے علاوہ کسی دوسری نماز کے پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

لا صلوۃ بعد طلوع الفجر إلا سجدتین. (رواہ الترمذی عن ابن عمرؓ، باب ما جاء لا صلوۃ بعد طلوع الفجر: ۱۸۹/۴، ۹۶/۱)

یہی بات اذانِ مغرب میں بھی پیش آئے گی، اگر وقت شروع ہونے سے پہلے اذان دی جائے اور روزہ دار نے افطار کر لیا، تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اگر اذان میں تاخیر کی، روزہ داروں پر خواہ مخواہ ظلم ہوگا، اس لیے کہ عام آدمی کی نظر مؤذن کی اذان پر ہوتی ہے۔

لہٰذا ہمارے علاقے میں خاص طور سے جنوبی ہند میں حنفی حضرات کا جو عمل ہے غیر رمضان میں اذانِ فجر طلوعِ فجر کے بہت دیر بعد دینے کا رواج بنا ہوا ہے؛ حالاں کہ اس میں مندرجہ بالا خرابیاں پائی جاتی ہیں، اس سلسلے میں علماء، ائمہ اور ذمہ داران مساجد کو غور کرنا چاہیے، کہ کم از کم محلے کی جامع مسجد یا مرکزی مسجد میں طلوع فجر کے متصلاً اذان فجر ہو جائے، تو یہ مسائل پیش نہ آئیں گے۔

❁❁❁

اذان کی سنتیں

(۱) باوضو اذان واقامت کہنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی آدمی بلاوضو اذان نہ دے۔

لایؤذن إلا متوضیء. (رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ الاذان بغیر اذان: ۲۰۰، ۱/۵۰)

علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

منها أن يكون المؤذن على الطهارة لأنه ذكر معظم ,فإتيانه مع الطهارةأقرب إلى التعظيم ,وإن كا ن على غير طهارة بأن كان محدثا يجوز حتى لايعادفی ظاهر الرواية. (البدائع ۱/ ۳۷۴)

(۲) قبلہ رخ ہوکر اذان واقامت کہنا۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فی حديث طويل قال فيه فاستقبل القبلة.
(رواہ أبوداؤد، باب کیف الأذان: ۵۰۷، ۱/ ۷۵)

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

منها أن يأتی بالأذان ,و الإقامة مستقبل القبلة لأن النازل من السماء هكذافعل,وعليه إجما ع الأمة,ولو ترک الإستقبال يجزيه لحصول المقصود وهو الإعلام لكنه يكره لتركه السنة المتو اترة.
(البدائع ۱/ ۳۷۰)

(۳) بلند جگہ کھڑے ہوکر اذان کہنا۔

قبیلہ نجار کی ایک انصاری صحابیہ کہتی ہیں: میرا گھر مسجد کے قریب تھا اور سب سے بلند تھا، حضرت بلالؓ اس پر کھڑے ہوکر فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔

عن إمرأة من بنی نجار قالت : كان بيتی من أطول بيت , كان حول

المسجد، فکان بلال یؤذن علیه الفجر.

(ابوداؤد، باب الأذان فوق المنارۃ: ۵۱۹، ۱/ ۷۷)

(۴) کھڑے ہوکر اذان کہنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

قم یا بلال! فناد بالصلوۃ. (مسلم، باب بدأ الاذان: ۳۷۷، ۱/ ۱۶۴)

اے بلال کھڑے ہوکر اذان دو۔

حضرت عبداللہ بن زید فرماتے ہیں:

رأیت رجلا کان علیه ثوبین أخضرین، فقام علی المسجد الخ.

(ابوداؤد، باب کیف الأذان: ۵۰۶، ۱/ ۷۴)

علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

منها أن یؤذن قائما، اذا أذن للجماعة، ویکره قاعدا لأن النازل من السماء أذن قائما حیث وقف علی حذم حائط، وکذا الناس توارثوا ذالک فعلا، فکان تارکه مسیئا لمخالفته النازل من السماء وإجماع الخلق. (البدائع ۱/ ۳۷۴)

(۵) کانوں کے سوراخ میں انگلیاں رکھ کر اذان کہنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ کانوں کے سوراخ میں انگلیاں رکھ کر اذان دیا کریں اور اس کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ یہ طریقہ تمہاری آواز کی بلندی میں معاون ہے۔

أن رسول الله صلی اللہ علیه وآله وسلم أمر بلالا أن یجعل إصبعیه فی أذنیه، وقال إنه أرفع لصوتک. (رواہ ابن ماجہ عن عبدالرحمن بن سعد بن عمار بن سعد مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن ابیہ عن جدہ، باب السنۃ فی الاذان: ۵۲)

علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

منها أن یجعل إصبعیه فی أذنیه لقول النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم ---- بین الحکم، ونبه علی الحکمة، وهی المبالغة فی تحصیل المقصود وإن لم

يفعل أجزأه لحصول أصل الإعلام بدونه. (البدائع ١/ ٣٧٣)

(٦) بلند آواز سے اذان واقامت کہنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے فرمایا: جب تم اپنی بکریوں کے ریوڑ میں ہو، یا جنگل میں رہو اور اذان کا وقت ہو جائے، تو بلند آواز سے اذان دو، اس لیے کہ جہاں تک آواز پہنچے گی، وہاں تک کے جو بھی مخلوق جن وانس وغیرہ سنیں گے، قیامت کے دن وہ تمہارے لیے گواہی دیں گے۔

ابو سعيد الخدرى قال له إنى أراك تحب الغنم، والبادية فإذا كنت فى غنمك أو باديتك، فأذنت للصلوة، فارفع صوتك بالنداء فإنه لا يسمع مدى صوت المؤذن جن ولا إنس، ولا شيء إلا شهد لك يوم القيامة.

(رواہ البخاری، باب رفع الصوت بالنداء: ٦٠٩، ١/ ٨٦، البدائع الصنائع ١/ ٣٦٩)

(٧) خوش الحانی سے اذان واقامت کہنا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے فرمایا: بلال کو کلماتِ اذان تلقین کرو کہ وہ اذان دیں اس لیے کہ وہ تم سے اچھی آواز والے ہیں۔

ألقه على بلال فإنه أندى صوتا منك. (رواہ ابوداؤد عن عبداللہ بن زید: ٤٩٩، ١/ ٧٢)

قال النووى: معناه أرفع صوتا وقيل أطيب، فيؤخذ منه كون المؤذن رفيع الصوت وحسنه وهذا متفق عليه. (شرح مسلم للنووی ١/ ١٦٤)

(٨) حی علی الصلوہ کے موقع پر چہرہ داہنی جانب اور حی علی الفلاح کے موقع پر بائیں جانب پھیرنا۔

حضرت عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ اذان دیتے وقت اپنا چہرہ ادھر ادھر گھما رہے ہیں۔

عن عون بن جحيفة عن أبيه قال رأيت بلالا يؤذن، ويدور، ويتبع فاه ههنا وههنا. (ترمذی، باب ماجاء فی ادخال الاصبع عند الاذان: ١٩٧، ١/ ٤٩)

(۹) کلماتِ اذان میں ہر کلمہ کو اطمینان سے ادا کرنا۔ (اللہ اکبر، اللہ اکبر، ایک کلمے کے حکم میں ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تم اذان دیا کرو تو ٹھہر ٹھہر کر (ہر کلمے کو ایک سانس میں) اذان دیا کرو، جب اقامت کہا کرو، تو جلدی جلدی کہا کرو (ایک جیسے کلمات کو ایک سانس میں ادا کیا کرو)

عن جابر رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لبلال رضی اللہ عنہ إذا أذنت، فترسل فی أذانک، وإذا أقمت، فاحدر. (ترمذی، باب ماجاء فی الترسل فی الاذان: ۱۹۴۵، ۱/ ۴۸)

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

أن یفصل بین کلمتین الأذان بسکتة، ولایفصل بین کلمتی الإ قامة بل یجعلها کلاما واحدا. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۶۹)

(۱۰) کلماتِ اذان و اقامت کو تسلسل سے ادا کرنا۔ (بات چیت وغیرہ سے انقطاع نہ ہو)

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

منها أن یوالی بین کلمات الأذان والإقامة لأن النازل من السماء والی، وعلیه مؤذنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۶۹)

(۱۱) کلماتِ اذان و اقامت کے درمیان ترتیب کا لحاظ رکھنا، اگر تقدیم و تاخیر ہو جائے، تو جہاں سے بے ترتیبی ہوئی ہے، وہاں سے اعادہ کر لے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

دلیل کون الترتیب سنة أن النازل من السماء رتب، وکذا المروی من مؤذنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أنهما رتبا. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۶۹)

(۱۲) اذان فجر میں حی علی الفلاح کے بعد ''الصلوۃ خیر من النوم'' ۔
کا اضافہ بھی مسنون ہے۔

یقول ندبا بعد فلاح أذان الفجر الصلوة خیر من النوم.

(الدر المختار مع رد المحتار ۴/ ۵۴)

(۱۳)اذان واقامت کے درمیان اتنا وقفہ دینا کہ مصلی حضرات اپنی ضروریات سے فارغ ہوکر شریکِ جماعت ہوسکیں۔

عن جابر رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لبلال ۔۔۔واجعل بین أذانک وإقامتک قدما یفرغ الآکل من أکلہ ،والشارب من شربہ،والمعتصر إذادخل لقضاء حاجتہ.

(ترمذی، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان:۱۹۵،۱/۴۸)

❁❁❁

اقامت کی سنتیں

جو چیزیں اذان میں مسنون ہیں وہ تمام چیزیں اقامت میں بھی مسنون ہیں البتہ چند چیزیں مستثنٰی ہیں۔ (الدرالمختار ۲/ ۵۴، ۵۵، ردالمحتار ۲/ ۵۴)

(۱) دومرتبہ ''قدقامت الصلوۃ'' کا اضافہ کرنا۔

(۲) اقامت میں اذان کی بنسبت آواز کو پست کرنا۔

(۳) کلماتِ اقامت میں حدر کرنا۔ (ایک جیسے کلمات کو وقف کی نیت سے ساکن پڑھتے ہوئے ایک سانس میں ادا کرنا)

عن أنس رضی اللہ عنہ قال أمر بلال أن يشفع الأذان، وأن يوتر الإقامة إلا الإقامة. (رواہ البخاری، باب الاقامۃ واحدۃ الاقدقامت الصلوۃ ۱/ ۸۵)

قوله ويحدر في الإقامة الحدر الوصل والسرعة والجمع بين كل كلمتين. (الجوہرۃ النیرۃ ۱/ ۵۳)

(۴) قدقامت الصلوۃ پر حقیقی وقف کرنا۔

(بخاری، باب الاقامۃ واحدۃ الاقدقامت الصلوۃ ۱/ ۸۵)

(۵) کانوں میں انگلیاں نہ رکھنا۔

لايضع اصبعيه في أذنيه. (ردالمحتار ۲/ ۵۴)

(۶) جو اذان دے، اسی شخص کا اقامت کہنا۔

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے فجر کی اذان دی، جب اقامت کا وقت ہوا، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت شروع کردی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ صداء کے ساتھی نے اذان دی ہے، جو اذان دے، وہی شخص اقامت بھی کہے۔

إن أخا صداء أذن، ومن أذن، فهو يقيم.

(ابوداؤد، باب فی الرجل یؤذن ویقیم آخر: ۵۱۴، ۱/ ۷۶)

(۷) مسجد میں امام کے حاضر ہونے کے بعد اقامت شروع کرنا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرتے رہتے، جب دیکھتے کہ آپ علیہ السلام اپنے حجرۂ مبارکہ سے نماز کے لیے نکل چکے ہیں، تب اقامت شروع فرماتے۔

عن جابر بن سمرة قال كان بلال يؤذن ثم يمهل، فإذا رأى النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. قد خرج أقام الصلوة.

(ابوداؤد، باب فی المؤذن ینتظر الامام: ۵۳۷، ۱/۷۹)

مسئلہ: اقامت کے فوراً بعد امام کو نماز شروع کرنا مستحب ہے، اگر امام کسی عذر کی وجہ سے متصلاً نماز شروع نہ کرے، تو اقامت کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔

عن أنس مالک قال: أقيمت الصلوة، فعرض للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجل، فحبسه بعدما أقيمت الصلوة. (بخاری، باب الکلام اذا اقیمت الصلوۃ: ٦٤٣)

قال العینی علیہ الرحمۃ فيه دليل على أن اتصال الإقامة ليس من وكيد السنن، وإنما هو من مستحباتها. (عمدۃ القاری ۴/۲۲۲)

نوٹ: "حی علی الصلوۃ"، "حی علی الفلاح" میں چہرہ دائیں بائیں پھیرنا یہ بھی مستحب ہے۔ (ردالمحتار ۲/ ۵۴، باب الاذان)

مندرجہ ذیل صورتوں میں اذان کا اعادہ ضروری ہے:

(۱) جو اذان نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے دی گئی ہو، اس کا اعادہ ضروری ہے۔

(۲) بےشعور لڑکے کی اذان۔

(۳) عورت کی اذان۔

(۴) جنبی کی اذان۔

(۵) نشہ والے کی اذان۔

(٦) پاگل و مجنون کی اذان۔

(۷) معتوہ کی اذان (وہ شخص جو کبھی عقل مندی کی باتیں کرتا ہے اور کبھی بے عقلی کی باتیں کرتا ہے)

(۸) اگرکسی شخص نے بیٹھ کر عام لوگوں کے لیے اذان دی ہو، تو اس کا اعادہ ضروری ہے، اگرکسی نے انفرادی طوراپنی نماز اداکرنے لیے اذان دی ہو، تواعادہ نہیں کیا جائے گا۔

لايؤذن لصلوة قبل دخول وقتها ،ويعاد في الوقت ،ويكره ذالك ويعاد. (فتح القدیر ۲۶۱/۱)

حاصله أنه يكره أذان جماعة ويعاد ،أذان الصبى الذى لايعقل ، والمرأة ،والجنب ،والسكران ،والمجنون ،والمعتوه لعدم الا عتماد على أذان هولاء فلا يلتفت إليهم ـــ وهذا لاينتهض فى الجنب ،وغايته مايمكن أنه يلزم فسقه ،وصرح بكراهة أذان الفاسق، ولايعاد، فالإعادة فيه ليقع على وجه السنة.

(فتح القدیر ۲۵۹/۱، البحرالرائق ۴۵۸/۱، الدرالمختار مع رد ۳۰/۲)

۞۞۞

مندرجہ ذیل لوگوں کی اذان جائز؛ مگر خلاف اولیٰ

(۱) بے وضو شخص کی اذان۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

إن كان على غير طهارة بأن كان محدثا يجوز ،ولا يكره ،حتى يعاد في ظاهر الرواية. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۷۴)

(۲) قبلہ رخ سے ہٹ کر دی گئی اذان مکروہ؛ لیکن قابل اعادہ نہیں۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

لوترك الاستقبال يجزيه لحصول المقصود وهو الإعلام لكنه يكره لتركه السنة المتوارة. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۷۰)

(۳) بلا وضو اقامت کہنا مکروہ ہے، اقامت کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

روى أبو يوسف عليه الرحمة عن أبي حنيفة أنه قال أكره إقامة المحدث ، والفرق بين السنة وصل الإقامة بالشروع ،فكان الفصل مكروها بخلاف الأذان ،ولا تعاد لأن تكرارها ليس بمشروع بخلاف الأذان. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۷۴)

(۴) باشعور لڑکے کی اذان۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

كذا أذان الصبي العاقل ،وإن كان جائزا حتى لايعاد ،ذكره في ظاهر الرواية لحصول المقصود ،وهو الإعلام لكن أذان البالغ أفضل لأنه في مراعاة الحرمة أبلغ. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۷۲)

(۵) غلام کی اذان۔ (جب کہ مسائل وفضائلِ اذان سے جانکاری نہ ہو)

(٦) دیہاتی کی اذان۔(جب کہ مسائل وفضائل اذان سے جانکاری نہ ہو)

(۷) ولدالزنا کی اذان۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

أذان العبد، والأعرابی، وولد الزنا، وإن کان جائز الحصول المقصود لکنهم غیرهم أفضل. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۷۳)

(۸) فاسق کی اذان۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں:

قد صرح فی معراج الدرایة عن المجتبی أنه یکره، ولا یعاد۔ (البحر الرائق ۱/ ۴٦٠)

مذکورہ آخر کے پانچ لوگوں کی اذان خلاف اولیٰ ہے؛ قابل اعادہ نہیں ہے؛ البتہ ان لوگوں کو اذان کی ذمہ داری پر مقرر کرنا درست نہیں ہے۔

لا یصح تقریرهم فی وظیفة الأذان لعدم حصول فائدته.

(البحر الرائق ۱/ ۴۴۷)

❁❁❁

اذان برائے نماز کے علاوہ اذان کے دیگر مواقع

اذان کی مشروعیت اصلاً نماز باجماعت کے اعلان کے لیے ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہے، اس کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے بھی اذان دی جاتی ہے۔

(۱) نومولود بچے کے دائیں کان میں اذان دینا اور بائیں کان میں اقامت کہنا، یہ بھی مسنون ہے۔

عن حسین بن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ولد له مولود، فأذن فی أذنه الیمنی، وأقام فی أذنه الیسری لم تضره أم الصبیان.

(مسند ابویعلی: ۶۷۸۰، بیہقی، شعب الایمان: ۸۳۷۰)

حضرت حسین بن علیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو بچہ پیدا ہوا، اس نے اُس بچے کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی، تو اس بچے کو ام الصبیان کی بیماری نہیں آئے گی۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أذن فی أذن الحسن بن علی یوم ولد، فأذن فی أذن الیمنی، وأقام فی أذنه الیسری.

(شعب الایمان: ۸۳۷۱)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علیؓ کی پیدائش کے دن اُن کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

(۲) جب جن بھوت نظر آئیں، تو اذان دینا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا تغولت الغیلان، فنادو بالصلوة، فإن الشیطان إذا سمع بالأذان أدبر وله حصاص. (مجمع الزوائد: ۱۷۱۱۴)

جب جن بھوت نظر آئیں، تو نماز والی اذان دو، اس لیے کہ جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے، تو ریح خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ ؓ، حضرت جابرؓ سے مرفوعاً اور عمرؓ بن خطاب سے موقوفاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جن بھوت نظر آئیں، تو نماز والی اذان دو، اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور وہ انسان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

عن سهيل بن أبى صالح قال أرسلنى أبى إلى بنى حارثة، قال ومعى غلام لنا وصاحب لنا، فناداه مناد من حائط باسمه قال، فأشرف الذى معى على الحائط، فلم ير شيئًا، فذكرت ذالک لأبى، فقال لو شعرت إنک تلقى هذا، لم أرسلک، ولكن إذا سمعت صوتا، فناد بالصلوة فإنى سمعت أبا هريرة يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أنه قال إن الشيطان اذا نودى بالصلوة ولى وله حصاص.

(رواہ مسلم، باب فضل الاذان وھرب الشیطان: ۳۸۹، ۱/ ۱۶۷)

عن جابر بن عبد الله رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عليكم بالدلجة، فإن الأرض تطوى باليل، فإذا تغولت لكم الغيلان، فنادوا بالأذان.

(السنن الکبریٰ للنسائی الامر بالاذان: ۲۳۶)

قال عمر رضى الله عنه بن الخطاب: إذا تغولت لأحدكم الغيلان، فليؤذن، فإن ذالک لا يضره.

(رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ، باب ماجاء کون الاذان حرزا من الشیطان والغیلان ۷/ ۱۰۳)

قال عبدالحى اللكهنوى رحمة الله عليه: فهذه الأخبار والأثار دلت على مشروعية الأذان عند رؤية الغيلان وضعف بعضها لا يضر فى فضائل الاعمال، وقال النووى رحمة الله عليه لذالک ينبغى أن يؤذن أذان الصلوة إذا عرض للانسان شيطان. (السعایۃ ۲/ ۴۸)

(۳) جب بیوی یا بچہ شریر یا بد اخلاق ہو جائیں، یا جانور سرکش ہو جائے، تو ان کے کان میں اذان دینے سے شرارت کم ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

ملا علی قاریؒ نے دیلمی کے حوالے سے نقل کیا ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے غم زدہ دیکھا اور فرمایا: اے علی! میں تمہیں غم زدہ دیکھ رہا ہوں، لہذا تم

اپنے گھر کے کسی فرد سے کہو کہ وہ تمہارے کان میں اذان دے، اس لیے کہ اذان غم کو دور کردیتی ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس ارشاد پر عمل کیا، تو میں نے اس کو ایسا ہی مفید پایا، دیلمی کہتے ہیں اس سند کے تمام راویوں نے اس عمل کو آزمایا، تو سب نے اسی طرح پایا۔

یسن أیضا عن الھم، وسوء الخلق لخبر الدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ رأنی النبی ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حزینا، فقال یاأبن أبی طالب !إنی أراک حزینا، فمُر بعض أھلک یؤُذن فی أذنک، فإنه درأ الھم، قال فجربته، فوجته کذالک، وقال (الدیلمی) کلٌ مِن رواته إلی علی جربه، فوجده کذالک. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاذان ۲/۳۳۱)

(۴) غم زدہ شخص کے کان میں۔

(۵) جن وشیطان جس شخص پر حاوی ہو چکا ہو، اس کے کان میں۔

(۶) لشکر کے دشمن سے مدبھیڑ کے وقت۔

(۷) غضبناک آدمی پر۔

(۸) آگ لگ جانے پر۔

(۹) راستہ بھٹک جانے پر اذان دینا۔

ابو منصور دیلمی نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ جب گھر والوں میں سے کسی کے اخلاق خراب ہو جائیں، (بیوی، بچہ، خادم وغیرہ) یا جانور سرکش ہو جائے، تو اس کے کان میں اذان دو۔ (ان شاء اللہ شرارت بدخلقی زائل ہو جائے گی)

روی الدیلمی عنه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ساء خلقه من إنسان و دابة، فأذنوا فی أذنه. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب الاذان ۲/۳۳۳)

علامہ عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں:

اذا استصعبت علی أحدکم دابتة، أو ساء خلق زوجته، أو أحد من أھل، فلیؤذن فی أذنه، رواہ الغزالی فی إحیاء علوم الدین حقوق

المملوک ،قال الحافظ العراقی أخرج أبو منصور الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث حسین بن علی بن أبی طالب نحوہ بسند ضعیف. (السعایۃ ۲/۴۵)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

فی حاشیة البحر للخیر الرملی :رأیت فی کتب الشافعیة أنه قدیسن الأذان لغیر الصلوة، کما فی أذن المولود ،والهموم ، والمصروع،ومن ساء خلقه ،من إنسان أوبهیمة ،وعند مزدحم الجیش ،وعند الحریق۔۔۔وعند تغول الغیلان وعند تمرد التمرد لخبر صحیح فیه ،أقو ل ولابعد فیه عند نا۔ (ردالمحتار ، کتاب الأذان، ۲/۵۰ ،السعایة ۲/۴۵، أوجز المسلک ۲/۳۵، إعادنة الطالبین فی الفقه الشافعی ۱/۲۶۷ مؤلفه السید البکری إبن السید محمد شطا الدمیاطی وکذا تحفة المحتاج علی شرح المنهاج ۱/۵۱ ۵فی آخرهماتفصیلات من شاء، فلیراجع)

سید بکری لکھتے ہیں: اگر ایک مرتبہ اذان سے فائدہ نہ ہو، تو بار بار یہ عمل کرے۔ان شاءاللہ۔فائدہ ہوگا، نیز مصروع کے کان میں اذان دینے کے سلسلے میں مزید کچھ آیات کا اضافہ کیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ صاحب نے لکھا ہے:

استنبط بالحدیث بعض السلف الأذان فی غیر وقت الصلوة لدفع أثرات الشیاطین والجن. (اوجز المسالک ۲/۳۵)

اسلاف نے شیاطین وجنات کے اثرات کو دور کرنے کے لیے احادیث شریفہ سے اذان دینے کا مسئلہ مستنبط کیا ہے۔

❁❁❁

خواب میں اذان دینے اور سننے کی تعبیر

حضرت عبداللہؓ بن زید بن عبد ربہ نے خواب میں ایک فرشتے کو اذان و اقامت کہتے ہوئے اور خود ان کو کلماتِ اذان و اقامت کی تلقین کرتے ہوئے دیکھا، حضرت عبداللہؓ نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنا خواب بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انہ لرؤیا حق'' یہ سچا خواب ہے۔

خواب میں اذان دینے کی کئی وجوہ سے تعبیر آئی ہے: (۱) حج کی توفیق (۲) چغل خوری، (۳) جنگ کی تیاری (۴) چوری (۵) غیر شادی شدہ کے لیے بیوی ان کے علاوہ اذان کے دیگر معانی بھی خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں نے ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ابن سیرینؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے دیکھا کہ خواب میں اذان دے رہا ہوں، حضرت ابن سیرین نے فرمایا: تم حج کرو گے۔

ایک دوسرا شخص حاضر خدمت ہوا، اُس نے عرض کیا: میں خواب میں اذان دے رہا ہوں، حضرت ابن سیرینؒ نے فرمایا: تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ دئے جائیں گے، حاضرین نے عرض کیا، حضرت آپ نے دونوں خوابوں کی تعبیر الگ الگ بیان فرمائی؛ حالاں کہ خواب کی نوعیت ایک تھی؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا: میں نے پہلے والے شخص میں اچھائی و بھلائی کے آثار دیکھے، اس لیے میں نے وأذن فی الناس بالحج سے تعبیر لی۔

اس آیت میں بحکم خداوندی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی اعلان حج کا ذکر ہے اور اس اعلان کے لیے لفظ ''اذان'' استعمال ہوا ہے۔

دوسرے شخص میں میں نے شر و برائی کی علامات دیکھیں، تو میں نے ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ سے تعبیر لی، اس آیت میں ''کنعان'' سے اناج کے لیے ''مصر'' آنے والے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کے قافلے پر چوری کا الزام

کوذکر کیا گیا ہےاوراس اعلان کے لیےلفظ ’’اذان‘‘ استعمال ہوا ہے۔

اگرکوئی شخص دیکھے کہ وہ کنویں میں اذان دے رہا ہے، اگر وہ کفر وبدعت کے شہر و ملک میں ہے،تو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دین قویم وصراط مستقیم کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا، اگر وہ مسلمانوں کے ملک میں ہے،تو اس کے جاسوس ہونے کی علامت ہے۔

خواب میں اذان دینا کبھی والدین کی اطاعت ،حسنِ سلوک ،نیکیوں کی توفیق اور شیطان کے مکروفریب سے نجات کی طرف اشارہ ہوتا ہے، بازوں اورگلیوں میں اذان دینا حیات طیبہ کی نشانی ہے، ویران جگہ میں اذان دینا اُس جگہ کی آبادی کی علامت ہے۔

اگر دیکھے کہ چند لوگ جمع ہیں اور وہ اذان دے رہا ہے،تو اس بات کی علامت ہے کہ وہ لوگوں کو حق کی طرف دعوت دے گا، خاص طور سے جب کہ خوش الحانی سے دے۔

اذان کبھی تفقہ فی الدین کی نشانی ہوتی ہے، اگر دیکھے کہ وہ آسمان میں اذان دے رہا ہے اور لوگ اس کی اذان کی طرف متوجہ ہوکر آرہے ہیں،تو اس بات کی علامت ہے کہ وہ لوگوں کو حق کی دعوت دے گا اور لوگ اس کی دعوت کو قبول کریں گے۔

اگرکوئی دیکھے کہ کسی ٹیلے پر اذان دے رہا ہے، اگر دیکھنے والا ولایت وحکومت کا مستحق ہے،تو حکومت وولایت پائے گا، ورنہ کوئی نفع بخش تجارت شروع کرے گا۔

خواب میں اذان دینے سننے کی تعبیر کبھی برے معانی سے ہوتی ہے، مثلاً کوئی شخص دیکھے کہ گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر اذان دے رہا ہے،تو اس کی موت کی علامت ہے، اگرکوئی خواب میں اذان کمی وزیادتی کے ساتھ دے رہا ہے،تو اس کے کمی وزیادتی کے بقدر ظلم کی طرف اشارہ ہے۔

نیز اذان بے موقع دینا ، بطوراستہزاء دینااورکمی وزیادتی کے ساتھ دینے کی تعبیر بری ہوتی ہے۔(الجامع لتفسیر الاحلام وتعطیر الانام للعلامتین ابن سیرین والنابلسی،ملخص (۴۰،۴۲)

ہم نے خاص طور سے خواب میں اذان کی اچھی تعبیرات نقل کرنے کی کوشش کی ہے،تفصیلات کے لیے معتبر کتابوں اوراکابر علماء کی طرف رجوع کیا جائے۔

باب سوم:

اجابتِ اذان سے متعلق فضائل و مسائل

اذان کے جواب دینے کی فضیلت واہمیت

اذان کے دو پہلو یا دو حیثیتیں ہیں:

(الف): اذان نماز با جماعت کا اعلان اور بلاوا ہے، ب: اذان ایمان کی دعوت و پکار اور دینِ حق کا منشور ہے، پہلی حیثیت سے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جیسے ہی اذان کی آواز کان میں پڑے، نماز میں شرکت کے لیے تیار ہو جائے اور جماعت کی نماز میں شریک ہو جائے۔

دوسری حیثیت سے ہر مسلمان کو حکم ہے کہ اذان سنتے وقت اپنے دل اور اپنی زبان سے اُس ایمانی دعوت کے ہر ہر جزء، ہر ہر کلمے اور اس آسمانی منشور کی ہر دفعہ کی تصدیق کرے، اس طرح پوری انسانی آبادی ہر ایک اذان کے وقت اپنے ایمانی عہد و میثاق کی تجدید کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان کے جواب دینے کی اور اس کے بعد کی دعا، پھر کلمہء شہادت پڑھنے کی اپنے ارشادات میں جو تعلیم وترغیب دی ہے، اس عاجز کے نزدیک اس کی خاص حکمت یہی (سمجھ میں آتی) ہے، واللہ اعلم (معارف الحدیث ۳/ ۱۶۴ بتلخیص یسیر)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذا سمعتم المؤذن، فقولوا مثل مایقول، ثم صلوا علی، فإنه من صلی علی صلوة، صلی الله بهاعشرة، ثم سلو الوسيلة، فإنه منزلة فی الجنة لاتنبغی إلا لعبد من عباد الله، وأرجو أن أكون أنا هو، فمن سأل الوسيلة، حلت عليه الشفاعة.

(رواہ مسلم، باب القول مثل قول المؤذن لمن سمع: ۳۸۴، ۱/ ۱۶۶)

جب تم اذان سنو، تو جو موذن کہے وہی کلمات کہو، پھر مجھ پر درود پڑھو، جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو، وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ

تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوسکتا ہوں، پس جو میرے لیے وسیلہ طلب کرے گا، اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔

علماء نے فرمایا کہ شفاعت کے واجب ہونے میں خاتمہ بالخیر کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا قال المؤذن: الله أكبر الله أكبر، فقال أحدكم: الله أكبر الله أكبر، ثم قال: أشهد أن لا إله إلا الله، قال: أشهد أن لا إله إلا الله، ثم قال: أشهد أن محمدا رسول الله قال: أشهد أن محمدا رسول الله، ثم قال: حي على الصلاة، قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال: حي على الفلاح، قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال: الله أكبر الله أكبر، قال: الله أكبر الله أكبر، ثم قال: لا إله إلا الله، قال: لا إله إلا الله من قلبه دخل الجنة".

جو شخص دل سے (تصدیق قلبی کے ساتھ) مؤذن کے اذان کا جواب دے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (رواہ مسلم، باب القول مثل قول المؤذن لمن سمع: ۳۸۵، ۱/۱۶۶)

علماء نے لکھا ہے کہ اذان کی آواز سن کر اذان کے جواب دینے میں لگ جانا چاہیے، علامہ ابن نجیمؒ نے حضرت عائشہؓ اور دیگر سلفِ صالحین کے واقعات نقل فرمائے ہیں کہ وہ حضرات اذان کی آواز پر راستہ چلتے چلتے رک جاتے، لوہے پر مارنے کے لیے ہتوڑی اٹھاتے، جیسے ہی اذان کی آواز کان میں پڑتی، ہتوڑی چھوڑ دیتے، اسی وجہ سے علماء نے لکھا: اگر تلاوت قرآن میں بھی لگا ہوا ہو، جب اذان کی آواز کان میں پڑے، تو تلاوت موقوف کرے اور اذان کا جواب دے۔ (البحر الرائق ۱/ ۴۵۲)

لا يقرأ السامع، ولا يسلم، ولا يرد السلام، ولا يشتغل بشيء سوى الإجابة، ولو كان السامع يقرأ يقطع القراءة، ويجيب.

(البحر الرائق ۱/ ۴۵۰)

اذان کے جواب دینے کا حکم

اذان کا جواب دو طرح سے دیا جاتا ہے، فعلی جواب اور قولی جواب، فعلی جواب یعنی موذن کی آواز سن کر اس کی طرف چلنا اور باجماعت نماز میں شرکت کرنا، کوئی عذر نہ ہو، تو باجماعت نماز میں شرکت بالاتفاق واجب ہے؛ البتہ جماعت میں شرکت کرنے سے معذور ہو، تو اجابت فعلی واجب نہیں ہے، قولی جواب یعنی زبانی جواب دینا، اس کی تفصیل آئندہ پیش کی گئی ہے۔

اجابت فعلی کے سلسلے میں اللہ والوں کی کیفیات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا، تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا، بدن پر کپکی آجاتی، کسی نے وجہ پوچھی، تو ارشاد فرمایا: اُس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان وزمین نہ اٹھا سکے، پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہوگئے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کر سکوں گا، یا نہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف فرما تھے کہ جماعت کا وقت ہوگیا، لوگ اپنی اپنی دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہوگئے، اِس منظر کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ الخ. (النور:۳۷)

یہ آیت اسی طرح کے لوگوں کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے کہ اِن مسجدوں میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو خرید وفروخت اللہ کی یاد، بالخصوص نماز پڑھنے سے اور زکوۃ دینے سے غفلت میں نہیں ڈالتے، وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی (الدر المنثور، سورہ نور، حکایات صحابہ ۶۰ صحابہ کا نماز کے وقت فوراً دکانیں بند کرنا)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب اذان کی آواز سنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو

جاتی، رگیں پھول جاتیں، آنکھیں سرخ ہوجاتیں، کسی نے عرض کیا کہ ہم لوگ اذان سنتے ہیں؛ مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، آپ اس قدر گھبراتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے، تو لوگ راحت وآرام سے محروم ہوجائیں اور نیند اڑ جائے۔

سالم حداد ایک بزرگ تھے، تجارت کرتے تھے، جب اذان کی آواز سنتے، تو رنگ متغیر ہوجاتا اور زرد پڑ جاتا، بے قرار ہوجاتے، دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہوجاتے اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے لگتے۔

إذامادعاداعيكم ،قمت مسرعًا مجيبًاالمولیٰ جل ليس له مثل

جب تمہارا منادی (مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہوتا ہے۔

تو میں جلدی سے کھڑا ہوجاتا ہوں، ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے، اس کا کوئی مثل نہیں۔

أجيب إذا نادى بسمع وطاعة وبى نشوة لبيك يا من له الفضل

جب وہ منادی پکارتا ہے، تو میں بحالت نشاط، اطاعت وفرمابرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں: اے فضل وبزرگی والے لبیک (میں تیری دربار میں حاضر ہوں)

ويصفر لونى خيفةً ومهابة ويرجع لى عن كل شغل به شغل

میرا رنگ خوف وہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اُس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کردیتی ہے۔

وحقكم مالدى لى غير ذكركم وذكرسواكم فى فمى قط لايحلو

تمہارے حق کی قسم! تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ معلوم نہیں ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مزہ نہیں آتا۔

متى يجمع الايام بينى،وبينكم ويفرح مشتاق اذاجمع الشمل

دیکھئے زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا۔

مشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے۔

فمن شاهدت عيناه نورجمالكم يموت اشتياقًا نحوكم قط لايسلو

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے، تمہارے اشتیاق میں مرجائے گا، کبھی بھی تسلی پا نہیں سکے گا۔

ان تمام واقعات کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے فضائل نماز تیسرے باب خشوع وخضوع کے بیان: میں نقل فرمایا ہے

اذان کا زبانی جواب دینے کا حکم

اذان کا زبانی جواب دینا واجب ہے؟ یا مستحب؟ اس سلسلے میں فقہائے کرام کی دو رائے ہیں، علامہ کاسانی، ابن ھمام اور حصکفیؒ کی رائے یہ ہے کہ اذان کا زبانی جواب دینا واجب ہے اور علماء کی ایک جماعت (جس میں علامہ حلوانیؒ بھی ہیں) کی رائے یہ ہے کہ اذان کا زبانی جواب دینا مستحب ہے، واجب نہیں، اگر جواب دے گا، تو ثواب کا مستحق ہوگا، اگر جواب نہ دے، تو گنہگار نہ ہوگا۔

علامہ ابن ھمام تحریر فرماتے ہیں:

اما الإجابة فظاهر خلاصة الفتاوى والتحفة ،وجو بها ، وقو ل الحلوانى الإجابة بالقدم ،فلو أجاب بلسانه، ولم يمش، لايكون مجيبًا ،ولوكان فى المسجد، فليس عليه أن يجيب باللسان ، حاصله نفى وجوب الإجابة باللسان ،وبه صرح جماعة،وأنه مستحب ،قالوا: ان قال، نال الثواب الموعود، والا لم ينل ،أما أنه يأثم أويكره ،فلا ـــ لكن ظاهر الأمر فى قوله ﷺ اذا سمعتم المؤذن، فقولوا مثل مايقول ،الوجوب ،اذلاتظهر قرينة تصرفه عنه، بل ربما يظهر استنكارتركه، لإنه يشبه عدم الالتفات اليه والتشاغل عنه. (فتح القدیر ۱/ ۲۵۴)

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کا مذہب یہ کہ اذان کا زبانی جواب دینا مستحب ہے اور امام طحاویؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

قال مالک ،والشافعی ،واحمد علیہ الرحمۃ وجمهور الفقهاء الأمر فی هذا الباب علی الاستحباب دون الوجوب ،وهو اختیار الطحاوی.

(عمدۃ القاری ۴/ ۱۶۵)

علامہ ظفر احمد تھانویؒ نے حافظ ابن حجرؒ کا کلام نقل فرما کر لکھا کہ قول فیصل یہ ہے کہ اذان کا زبانی جواب دینا مستحب ہے۔

ذهب الجمهور الی عدم الوجوب ،قال الحافظ :واستدلوا بحدیث أخرجه مسلم وغیره أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمع مؤذنا ،فلما کبر، قال علی الفطرة ،فلما تشهد، قال خرج من النار ،قالوا: فلما قال غیر ماقال المؤذن، علمنا أن الأمر بذالک للاستحباب ،قلت (ظفر احمد التهاونوی)وهذا أقوی المذاهب، ۰۰۰ وفی فتاوی قاضی خان :إجابة الأذان فضیلة ،وإن ترکها لا یأثم، ۰۰۰ قلت (ظفر احمد التهاونوی)فعلم من هذا أن أصحابنا اختلفوا فی الإجابة باللسان بین الوجوب والاستحباب ،والأقرب الی الاحادیث ماقاله قاضی خان، وإن کان ظاهر قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قولوا: مثل مایقول المؤذن الخ یقتضی الحکم بالوجوب ،لکنه محمول علی الندب لدلائل أخر. (اعلاء السنن، باب اجابۃ الاذان ۲/ ۱۰۹)

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ ''کتاب الفتاوی'' میں اور مفتی محمد امین صاحب پالن پوری مدظلہ نے ''آداب اذان واقامت'' میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔

اس رائے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی کہ ابن سعد نے ''الطبقات الکبری'' میں موسی بن طلحہ بن عبید اللہ کی سند سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے عثمانؓ بن عفان کو دیکھا کہ مؤذن اذان دے رہا ہے اور آپؓ لوگوں سے گفتگو میں مصروف ہیں، لوگوں سے بازار کی قیمتیں اور لوگوں کے احوال دریافت کر رہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اذان کا زبانی جواب دینا واجب ہوتا، تو حضرت عثمانؓ اذان کے وقت لوگوں سے گفتگو میں مصروف نہ ہوتے۔

عن موسیٰ بن طلحة بن عبيد الله قال رأيت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان ، والمؤذن يؤذن ،وهو يتحدث الناس يسألهم ،ويستخبرهم عن الأسعار، والأخبار۔(الطبقات الكبرى لابن سعد ۳/ ۵۹)

❁❁❁

اذان کا جواب کن کلمات سے دے

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی سابقہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کا جواب اذان ہی کے کلمات سے دے؛ لیکن حضرت عمرؓ کی روایت مسلم شریف ہی میں تفصیل سے آئی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب موذن ''أَللّٰهُ اَكْبَرْ، أَللّٰهُ اَكْبَر'' کہے تم بھی ''أَللّٰهُ اَكْبَرْ، أَللّٰهُ اَكْبَر'' ہوالخ جب موذن ''حی علی الصلوہ'' اور ''حی علی الفلاح'' کہے، تو اس کے جواب میں: لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّابِاللّٰه کہو۔۔۔ جو آدمی دل سے ایمان اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے جواب دے گا، جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم: ۳۸۵، ۱/۱۶۷)

مسند احمد کی روایت سے ''حی علی الصلوہ'' اور ''حی علی الفلاح'' کے جواب میں ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّابِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ'' بھی ثابت ہے۔

عن علقمة بن وقاص قال: إني عند معاوية إذ أذن مؤذنه، فقال معاوية كما قال المؤذن حتى إذا قال: حي على الصلاة. قال: لا حول ولا قوة إلا بالله. فلما قال: حي على الفلاح. قال: لا حول ولا قوة إلا بالله. وقال بعد ذلك ما قال المؤذن، ثم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول مثل ذلك.

(رواہ النسائی، کتاب الاذان، القول مثل مایتشھد المؤذن: ۶۷۷)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''حی علی الصلوہ'' اور ''حی علی الفلاح'' کے جواب میں ''حی علی الصلوہ'' اور ''حی علی الفلاح'' اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ دونوں احادیث میں ثابت ہیں؛ لیکن حضرت معاویہؓ، حضرت عمرؓ اور ام حبیبہؓ کی روایات صریح، واضح اور مفسر ہیں، لہذا مجمل روایات کو مفسر روایات پر محمول کیا گیا اور عمل کے لیے ان ہی واضح اور مفسر روایات کو

اختیار کیا گیا، جمہور کے نزدیک یہی قول مشہور ہے۔
(ملخص از فتح الباری، کتاب الصلوۃ، باب مایقول اذا سمع المنادی:۶۱۱)

ابن ھمامؒ فرماتے ہیں:

ہم نے بعض مشائخ کو ''حی علی الصلوۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کے جواب میں حی علی الصلوہ، حی علی الفلاح اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ دونوں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔
(فتح القدیر ۱/ ۲۵۵، البحر الرائق ۱/ ۴۵۲)

علامہ شامیؒ فرماتے:

بعض مشائخ سے مراد سلطان العارفین سیدمحی الدین بن العربی ہیں۔
(منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۱/ ۴۵۲)

علامہ ابن ھمامؒ تحریر فرماتے ہیں:

اما الحوقلة عند الحيعلة، فهو وإن خالف ظاهر قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقولوا مثل مايقول، لكنه ورد فيه حديث مفسر كذالك عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا قال المؤذن الله اكبر، الله اكبر، فقال احدكم: الله اكبر، الله اكبر۔۔۔ثم قال ''حى على الصلوه'' قال: لاحول ولاقوة الابالله، ثم قال'' حى على الفلاح ''لاحول ولاقوة الابالله، ثم قال الله اكبر، الله اكبر، ثم قال لااله الا الله، قال لاإله إلا الله من قلبه دخل الجنة .(مسلم ۱/ ۱۶۷) فحملوا ذالک العام على ماسوى هاتين الكلمتين. (فتح القدیر ۱/ ۲۵۴)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

دونوں جوابوں کو جمع کرنا شریعت کا مقصد نہیں ہے؛ بلکہ ان دونوں جوابوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا مقصد ہے، پندرہ سال تک میں دونوں جوابوں کو جمع کرتے ہوئے اذان کا جواب دیا کرتا تھا، پھر میرے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی کہ دونوں جوابوں کو جمع کرنا شریعت کا مقصد نہیں ہے، تو میں نے اذان کے جواب میں دونوں باتوں کو جمع کرنا چھوڑ دیا۔ (معارف السنن، کتاب الصلوۃ، باب مایقول اذا اذن المؤذن ۱/ ۲۳۷)

حضرت مفتی سعید احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

جواب دینے کا مسنون طریقہ یہ کہ جب مؤذن ایک کلمہ کہہ کر خاموش ہو جائے، تو جواب دینے والا بھی وہی کلمہ دہرائے، حیعلتین کے جواب میں حیعلہ بھی جائز ہے اور حوقلہ بھی۔یعنی لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہنا بھی جائز ہے،حوقلہ والی حدیث بخاری میں ہے: (۶۰۳)

اگر حیعلہ کا جواب حیعلہ سے دیا جائے،تو مؤذن کا خطاب لوگوں سے ہوگا اور جواب دینے والے کا خطاب اپنے نفس سے ہوگا۔یعنی اپنے آپ سے کہے،نماز کے لیے چل۔

اگر حیعلہ کا جواب حوقلہ سے دیا جائے،تو گویا بندہ اعتراف کرتا ہے کہ اللہ کی قوت وطاقت ہی سے نماز کے لیے جاسکتا ہوں،میری اپنی بساط کچھ نہیں۔

یعنی بندے نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے،اللہ تعالیٰ کی اس کی مدد کرتے ہیں،اس لیے ان شاء اللہ وہ بندہ نماز سے متخلف نہیں رہے گا۔

(تحفہ الالمعی، کتاب الصلوۃ، باب مایقول اذن المؤذن ۱/۵۳۰)

"الصلوۃ خیر من النوم" کا جواب "صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ وبرِرْتَ" "ر" کا فتحہ و کسرہ دونوں جائز ہیں. (تم نے سچ کہا اور بھلائی کی طرف بلا کر بہت اچھا کام کیا)

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

یقول صدقت و بررت بکسر الراء الاولی وحکی فتحها ای صرت ذا بر ای خیر کثیر ،قیل یقوله للمناسبة،ولو ورد خبر فيه، ورد بانه غير معروف. (ردالمحتار ۲/۶۷)

علامہ رافعیؒ "تقریرات رافعی" میں لکھا ہے:

"الصلوۃ خیر من النوم" کا صدقت و بررت سے جواب دینے کے سلسلے میں کوئی حدیث (معتبر) ثابت نہیں ہے اور یہ الفاظ سلف صالحین سے منقول ہیں۔

لم يرو حديث آخر فی صدقت و بررت بل نقلوه عن بعض السلف.

(تقریرات رافعی مع ردالمحتار ۲/۲۵۴)

خلاصۂ کلام

جب مؤذن اذان دینا شروع کرے، تو اپنے معمولات کو چھوڑ کر اذان کی طرف متوجہ ہو جائے اور درود ابراہیمی پڑھ کر مؤذن کے پیچھے پیچھے کلماتِ اذان کو دہراتا جائے۔

جب مؤذن ''حی علی الصلوٰہ، حی علی الفلاح'' کہے، تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ سے یا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ سے جواب دے، یہی بہتر طریقہ ہے۔

فجر کی اذان میں ''الصلوۃ خیر من النوم'' سنے تو صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ سے جواب دے۔

❀❀❀

اذان کے بعد کی دعائیں

جب اذان مکمل ہو جائے، تو سب سے پہلے درود ابراہیمی پڑھے، اس کے بعد اذان کے بعد کی مسنون دعائیں پڑھے، احادیث میں کئی دعائیں وارد ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، تو تمام دعاؤں کو پڑھے، ابن ھمامؒ نے اذان کے بعد کی پانچ دعائیں نقل فرما کر لکھا ہے کہ اس سلسلے میں احادیث بکثرت آئی ہیں۔

مقصود بھلائی کی ترغیب ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو تمام حالات میں طاعت میں طاقت و قوت عطا فرمائے۔

(۱) جو شخص اذان کی آواز سنے اور اذان کے بعد یہ دعا پڑھے:

أَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ، وَرَسُوْلُهُ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُوْلًا.

میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اللہ کو رب مان کر، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر اور اسلام کو دین حق مان کر راضی و خوش ہوں، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (رواہ مسلم عن سعد بن ابی وقاص ا، کتاب الصلوۃ، القول مثل قول المؤذن: ۳۸۶، ۱۶۷)

(۲) جب تم اذان سنو، تو جو مؤذن کہے، وہی کلمات کہو، پھر مجھ پر درود پڑھو، جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو، وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہو سکتا ہوں، پس جو میرے لیے وسیلہ طلب کرے گا، اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدَ

الْوَسِيْلَةَ ،وَالْفَضِيْلَةَ،وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا الَّذِیْ وَعَدْتَّهُ ،
اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

اس کے لیے میر شفارش واجب ہوجائے گی۔

(رواہ البخاری، کتاب الصلوۃ، باب الدعاء عند النداء: ۶۱۴، ۱/۸۶، وجمیع اصحاب السنن)

زاد البیهقی "انک لاتخلف المیعاد" باب مایقول اذا فرغ من ذالک (الاذان). (السنن الکبری، کتاب الصلوۃ، باب مایقول اذا فرغ: ۱۹۳۳، ۱/۷۶۹)

بعض حضرات " انك لا تخلف الميعاد " کے اضافے پر سختی کے ساتھ نکیر کرتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ اس کا احادیث میں کہیں ثبوت نہیں ہے جو کہ حقیقت کے خلاف ہے۔

حافظ ابن حجر، حافظ منذری، ابن ہمام اور علامہ عینی رحمہم اللہ نے اس کو ثابت مانا ہے اور بیہقیؒ کے حوالے سے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے۔

اے اللہ! دعوت تامہ کاملہ اور صلوۃ قائمہ دائمہ کے رب (یعنی اے وہ اللہ جس کے لیے اور جس کے حکم سے یہ اذان اور یہ نماز ہے) اپنے رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت کا خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرما اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے آپ کے لیے وعدہ فرمایا ہے۔

(۳) حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن اذان دیتا ہے، تو آسمان کے دروازے (نزولِ رحمت کے لیے) کھول دئے جاتے ہیں، دعا قبول کی جاتی ہے، لہٰذا جس کسی کو کوئی مصیبت و آفت پہنچے، اس کو چاہئے کہ وہ مؤذن کا انتظار کرے، جب اللہ اکبر کہے، تو اللہ اکبر کہے الخ

(یعنی اذان کا جواب دے) پھر مندرجہ ذیل دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الصَّادِقَةِ الْمُسْتَجَابَةِ الْمُسْتَجَاب لَهَا دَعْوَةِ الْحَقِّ، وَكَلِمَةِ التَّقْوٰى، أَحْيِنَا عَلَيْهَا، وَأَمِتْنَا عَلَيْهَا، وَابْعَثْنَا عَلَيْهَا، وَاجْعَلْنَا مِنْ خِيَارِ أَهْلِهَا أَحْيَاءً ا، وَأَمْوَاتًا.

پھر دعا کرے۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ دعا کو قبول فرمائیں گے۔

(المستدرک، کتاب الدعاء: ۲۰۰۴، ۱/۷۳۱)

اے اللہ! سچی اور مقبول دعوتِ حق کے رب! جو مقبول اور حق کی دعوت ہے اور تقوی کے کلمے پر مشتمل ہے، اے اللہ! ہمیں اسی پر زندہ رکھ اور اسی پر ہمیں موت نصیب فرما! اسی پر ہمارا حشر فرما اور ہمیں زندگی میں بھی اس دعوت کے قبول کرنے والوں کی بہترین جماعت میں شامل فرما اور موت کے بعد اسی جماعت میں باقی رکھ۔

(۴) حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مندرجہ ذیل دعا سکھائی کہ اذان مغرب کے بعد اس کو پڑھوں

اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا إِقْبَالُ لَيْلِكَ ، وَإِدْبَارُ نَهَارِكَ ، وَأَصْوَاتُ دُعَاتِكَ ، فَاغْفِرْ لِيْ. (ابوداؤد، باب مایقول عند اذان المغرب: ۵۳۰، ۱/۷۸)

اے اللہ! یہ وقت تیری رات کے آنے، دن کے جانے اور تیرے داعیوں کی پکار کا وقت ہے، تو میری مغفرت فرما!

ان دعاؤں کے علاوہ احادیث میں بہت ساری دعائیں آئی ہیں، ہم نے صرف بعض جامع دعاؤں کو نقل کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمت وحوصلہ عطا فرمائے، تو تمام کو پڑھے، کسی ایک دعا کو لازم نہ سمجھے، جب ان دعاؤں سے فارغ ہوجائے، تو اپنی دنیا وآخرت کے لیے دعائیں کرے، اس لیے کہ یہ قبولیت کا وقت ہے۔

❁❁❁

اذان کے بعد دعائیں قبول ہوتی ہیں

دعا کی قبولیت میں بنیادی دخل، تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعا کرنے والے کے تعلق اور اس اندرونی کیفیت کو ہوتا ہے جس کو قرآن مجید میں ''اضطرار'' اور ''ابتہال'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اس کے علاوہ کچھ خاص احوال اور اوقات بھی ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کی خاص طور سے امید کی جاتی ہے، قبولیتِ دعا کے خاص اوقات میں سے اذان کے دوران ، اذان کے بعد ، اذان واقامت کے درمیان اور اقامت کے درمیان کا وقت بھی شامل ہیں، ان اوقات میں بھی دعا قبول ہوتی ہے، اس سلسلے سے بھی روایات ملتی ہیں۔

(۱)عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:ثلاث ساعات للمرأ المسلم مادعافیهن إلا استجیب له مالم یسأل قطیعة رحم، أو مأثماء قالت، فقلت:یارسول اللہ !أی ساعة ؟قال حین یؤذن المؤذن بالصلوۃ حتی یسکت ،وحین یلتقی الصفان حتی یحکم اللہ بینهما، وحین ینزل المطر حتی یسکن ،قالت، قلت : کیف أقول یا رسول اللہ ! حین أسمع المؤذن ؟علمنی مماعلمک اللہ ،وأجهد ،قال :تقولین کما کبر اللہ یقول اللہ أکبر ۔۔۔ثم صلی علی وسلمی، ثم اذکری حاجتک. (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی ۹/ ۲۹۷)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان شخص کے لیے تین گھڑیاں ایسی ہیں ان گھڑیوں میں جو بھی دعا کرے گا، اس کو قبول کیا جائے گا، جب کہ قطع رحمی ، یا گناہ کی دعا نہ کرے ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ کونسی مبارک ساعتیں ہیں؟ اللہ کے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب مؤذن نماز کے لیے اذان دے؛ یہاں تک کہ اس کو مکمل کرلے، جب اللہ کی راہ میں مجاہدین

ودشمنان خدا کی صفیں آپس میں بھڑ جائیں؛ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ کردیں اور جب بارش شروع ہوجائے جب تک کہ بند نہ ہوجائے۔

پھر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، جب مؤذن کی آواز سنوں تو میں کیا کہوں؟ مجھے سکھایئے ان باتوں میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے، اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا: اذان کا جواب دو جب اذان مکمل ہوجائے، تو مجھ پر درود وسلام پڑھو، اس کے بعد اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

(۲) حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا نودی للصلوۃ، فتحت أبواب السماء، واستجیب الدعاء، ولا یرد الدعاء بین الأذان، والإقامۃ. (سنن کبری، کتاب الصلوۃ، باب الدعاء بین الاذان والاقامۃ: ۱۹۳۷، الدعاء للطبرانی: ۴۸۵، ابویعلی: ۸۸۱۷)

جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے، تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور اذان واقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی ہے۔

(۳) حضرت ابوامامہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

إذا نادیٰ المنادی، فتحت أبواب السماء، واستجیب له الدعاء، فمن نزل به کرب أو شدۃ، فلیتحین المنادی، فإذا کبر کبروا، وإذا تشهد تشهدوا الخ ثم یسأل الله حاجته. (المستدرک، کتاب الدعاء: ۲۰۰۴، ۱/۷۳۱)

جب مؤذن اذان دیتا ہے، تو آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں، لہٰذا جو شخص مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہو، اس کو چاہئے کہ مؤذن کے اذان کا انتظار کرے، جب مؤذن اذان دے، تو اس کے اذان کا جواب دے، اس کے بعد (اپنی دینی ودنیوی) ضروریات وحاجات کو اللہ جل جلالہ سے مانگے۔

(۴) اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الْمُسْتَجَابَةِ اَلْمُسْتَجَابُ لَهَا دَعْوَةُ الْحَقِّ، وَكَلِمَةُ التَّقْوٰى، تَوَفَّنِيْ عَلَيْهَا، وَأَحْيِنِيْ عَلَيْهَا، وَاجْعَلْنِيْ مِنْ صَالِحِ اَهْلِهَا عَمَلًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ پھر دعا کرے۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ دعا کو قبول فرمائیں گے۔

مندرجہ بالا روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے نماز کے اوقات بابرکت اور فضیلت والے ہیں، نیز اذان خود ایک فضیلت والی عبادت ہے، جب اذان شروع ہوتی، تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے، آسمان سے رحمت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، لہذا جب دعا کی جاتی ہے، تو رد نہیں کی جاتی۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

أقول ذالک لشمول الرحمة الإلٰهية، ووجود الانقياد من الداعی.

(حجۃ اللہ البالغۃ ۱/۱۸)

یعنی اذان کے وقت مؤذن کی طرف سے کامل اتباع کا اظہار ہوتا ہے اور رحمت الٰہی کا فیضان ہوتا ہے، اس وجہ سے اس وقت دعا خصوصیت سے قبول کی جاتی ہے۔

اقامت کا جواب دینے کا حکم

اقامت کا جوب دینا بالاتفاق مستحب ہے، علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

لم نعلم فيه (جواب الاقامة) عنهم الا أنه مستحب.

(فتح القدیر ۱/ ۲۵۴، البحر الرائق ۱/۴۵۱)

اقامت کا جواب دینے کا طریقہ

اقامت کے جواب کے کلمات بعینہ کلماتِ اذان ہیں؛ البتہ جب اقامت کہنے والا ''قد قامت الصلوۃ'' کہے، تو اس کے جواب میں ''أقَامَهَا اللهُ، وَأدَامَهَا'' کہے۔

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں: حضرت بلالؓ نے اقامت شروع کی، جب حضرت بلالؓ نے ''قد قامت الصلوۃ'' کہا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''أقَامَهَا اللهُ، وَأدَامَهَا'' فرمایا، بقیہ کلمات کا جواب کلماتِ اذان کے جواب کی طرح ارشاد فرمایا۔

عن أبی أمامة او عن بعض أصحاب البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أن بلالا أخذ فی الإقامة، فلما أن قال: قد قَامَتِ الصلوة، قال البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أقامها الله، وأدامها، وقال فی سائر الاقامة کنحو حديث عمر فی الأذان.

(ابوداؤد، باب ما یقول اذا سمع الاقامۃ: ۵۲۸، ۱/۷۸)

اذان کے جواب سے متعلق مسائل

مسئلہ(۱): اگر بیک وقت کئی مساجد سے اذان کی آواز سنائی دے، تو سب سے پہلے جو اذان سنے، اس کا زبانی جواب دے، اگرچہ اپنی جماعت کی مسجد نہ ہو، اس لیے کہ اپنی جماعت کی اذان کا جواب فعلی واجب ہے۔ (یعنی جماعت کی نماز میں شرکت لازم ہے)

سئل ظهير الدين عمن سمع في وقت من جهات ماذا عليه ؟قال إجابة أذان مسجده بالفعل ،وهذا ليس مما نحن فيه اذ مقصود السائل اى مؤذن يجيب باللسان استحبابا، أووجوبا،والذى ينبغي إجابة الاول ،سواء كان مؤذن مسجده أو غيره لأنه حيث يسمع الأذان ندب الإجابة أو وجبت. (فتح القدیر ۱/ ۲۵۴، البحر الرائق ۱/ ۴۵۲)

مسئلہ(۲): مؤذن جب اذان دے، تو جواب دینے میں جلدی کرے؛ لیکن کلماتِ اذان کے مکمل ادا کرنے کے بعد جواب کے کلمات کہے، مؤذن سے آگے نہ بڑھے۔

علامہ ابن ہمامؒ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوامامہؓ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

في حديث عمر رضي الله عنه و أبي أمامة التنصيص على أن لا يسبق المؤذن بل يعقب جملة منه بجملة منه، و ليتم هذا الدعاء عقيب الإجابة.

(فتح القدیر ۱/ ۲۵۵)

مسئلہ(۳): اگر کوئی آدمی اذان کے وقت مؤذن کے ساتھ جواب نہیں دے سکا؛ یہاں تک کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوگیا ہے، تو ایسا آدمی بھی اذان کا جواب دے سکتا ہے، بشرطیکہ زیادہ وقت نہ گذرا ہو۔

لم أر حكم ما إذا فرغ المؤذن ،ولم يتابع السامع ،هل يجيب بعد فراغه؟وينبغي أنه إن طال الفصل لا يجيب ، و إلا يجيب .

(البحر الرائق ۱/ ۴۵۲، منحۃ الخالق ۱/ ۴۵۲)

مسئلہ (۴): عمداً اگر کوئی آدمی اذان کا جواب دینے میں مؤذن کی متابعت نہیں کرتا ہے، تو گنہگار ہوگا۔

هل يأثم بالتاخير عمدا؟ الظاهر نعم، لانه مكروه.

(ردالمحتار ۲/ ۶۵، السعایہ ۲/ ۵۳)

مسئلہ (۵): غیر نماز والی اذان (مثلاً بچے کے کان میں) کا جواب دینا کیا مستحب ہے؟

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

مجھے اپنے ائمہ کے نقول میں اس کی صراحت نہیں ملی؛ لیکن قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا جواب دینا بھی مستحب ہے، جیسے غیرِ نماز والی اذان میں حی علی الصلوۃ میں چہرہ پھیرنا مستحب ہے، اسی طریقے سے اس کا جواب دینا بھی مستحب ہے۔

هل يجيب أذان غير الصلوة كا لأذا ن للمولو د ؟لم أره لأئمتنا ، والظاهر نعم، ولذايلتفت فی حيعلته كمامر وهو ظاهر الحديث.

(ردالمحتار ۲/ ۶۶)

مسئلہ (۵): مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اذان کا زبانی جواب دینا مستحب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے گروہ خواتین! جب تم اس حبشی کی اذان سنو، تو اس کا جواب دو۔

روى الطبراني عن ميمونة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قام بين صف الرجال، والنساء ،فقال: يا معشر النساء! إذا سمعتم أذان هذا الحبشي وإقامته ،فقلن كمايقول.

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب اجابۃ المؤذن: ۱۸۷۲)

مسئلہ (۶): جنبی شخص کے لیے بھی اذان کا جواب دینا مستحب ہے؛ البتہ حائضہ ونفساء کے لیے اذان کا جواب دینا مستحب نہیں ہے۔

من سمع الأذان فعليه أن يجيب ،وان كان جنبا لان إجابة المؤذن ليست بأذان. (البحر الرائق ۱/ ۴۵۰، ردالمحتار ۲/ ۶۵)

الحائض والنفساء لایجوز أذانهما، وکذا ثنائهما والمراد بالثناء الإجابة. (البحرالرائق ۱/ ۴۵۲، ردالمحتار ۲/ ۶۵)

مسئلہ (۷): صرف اُس اذان کا جواب دینا مستحب ہے جو مسنون طریقے پر دی گئی ہو، جو خلافِ سنت ہو، اس کا جواب دینا درست نہیں، مثلاً موسیقی کی طرز پر اذان دینا، جنبی کی اذان، عورت کی اذان، وقت سے پہلے کی اذان وغیرہ۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

إن سمع المسنون منه الظاهر أن المراد ما کان مسنونا جمیعه۔۔۔ فلو کان بعض کلماته غیر عربی، أوملحونا، لاتجب الإجابة فی الباقی لإنه حینئذ لیس أذانا مسنونا کما لو کان کله کذالک، أو کان قبل الوقت، أو من جنب أو إمرأة. (ردالمحتار ۲/ ۶۶)

مسئلہ (۸): اذان واقامت کو سننے والا بوقت اذان کسی سے بات چیت نہ کرے، نہ خود سلام کرے، نہ سلام کرنے والا کا جواب دے۔ (البحرالرائق ۱/ ۴۵۰)

لایقرأ السامع، ولایسلم، ولایرد السلام، ولایشتغل بشیء سوی الإجابة، ولو کان السامع یقرأ یقطع القراءة، ویجیب.

(البحرالرائق ۱/ ۴۵۰)

مسئلہ (۹): اگر کوئی شخص تلاوت میں مصروف ہو اور اذان شروع ہو جائے، تو چاہئے کہ تلاوت موقوف کرے اور اذان کا جواب دے۔

بعض علماء نے تفصیلات بیان کی ہیں، اگر خارجِ مسجد تلاوت کر رہا ہو، تو تلاوت موقوف کر کے جواب میں لگے، اگر مسجد ہی میں تلاوت کر رہا ہو، تو تلاوت کو موقوف کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس سلسلے میں بہتر بات وہ ہے جس کو علامہ شامیؒ نے صراحۃً اور دیگر فقہاء نے اشارۃً بیان کیا ہے، علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: تلاوت قرآن مجید سے مقصود تحصیل اجر ہے اور اذان کا جواب دینے سے یہ چیز فوت نہیں ہوتی؛ بلکہ جواب سے فراغت کے بعد اس

کی تلافی کی جاسکتی ہے ؛لیکن اذان کے جواب کی فضیلت صرف اُسی وقت حاصل کی جاسکتی ہے،لہذا جس کی تلافی ممکن ہو،اس کو مؤخر کردیا جائے اور جس کی تلافی ممکن نہیں ،وقت کے فوت ہونے سے فوت ہوجاتی ہے،اس کو بجالا کر فضیلت حاصل کی جائے۔

بخلاف القرآن لإنه لا يفوت ,ولعله لإن تكرار القراءة إنما هو للأجر فلايفوت بالإجابة. (ردالمحتار ۲/۶۶)

مسئلہ(۱۰): خطیب کے سامنے جب اذان ہو،تو دل دل میں جواب دینا بہتر ہے؛ تاکہ کسی کا اختلاف نہ رہے۔

علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

ينبغي أن لايجيب بلسانه اتفاقافي الأذان بين يدي الخطيب.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲/۷۰)

مسئلہ(۱۱) اگر کوئی شخص مسجد میں ہواور اذان ہوجائے،تو نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر نکلنا مکروہ ہے؛ البتہ اعذار کی صورت میں نکل سکتا ہے مثلاً وضو بنانے کے لیے، یا کسی دوسری جگہ امامت یا اذان دینے کی ذمہ داری ہے، یا مغرب یا فجر کی نماز ہے جنہیں کسی دوسری مسجد میں پڑھ چکا ہے،تو ان صورتوں میں مسجد سے نماز پڑھے بغیر نکلنے کا ان شاء اللہ گناہ نہ ہوگا۔

حضرت ابوہریرۃؓ مسجد میں موجود تھے،اذان ہوئی،ایک شخص مسجد سے نماز پڑھے بغیر نکل گیا،تو حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا: اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی۔(ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ الخروج من المسجد بعدالاذان: ۲۰۴، ۱/۵۰)

❁❁❁

اذان کا جواب نہ دینے کے مواقع

مندرجہ ذیل مواقع میں اذان کا جواب نہ دے

(۱) نماز میں ہونے کی حالت میں اذان ہوجائے، تو اذان کا جواب نہ دے۔

(۲) خطبہء جمعہ کے دوران اگر اذان کی آواز کان میں پڑے، تو جواب نہ دے۔

(۳) خطبہء عید الفطر، خطبہء عید الاضحیٰ اور خطبۂ عرفہ کے دوران اگر اذان کی آواز کان میں پڑے، تو جواب نہ دے۔

(۴) نمازِ جنازہ میں شامل ہونے کی حالت میں اذان کا جواب نہ دے۔

(۵) دینی تعلیم کے سیکھنے اور سکھانے میں مصروف ہونے کی حالت میں

(۶) جماع کی حالت میں

(۷) بیت الخلا میں ہونے کی حالت میں (خواہ قضائے حاجت میں نہ لگا ہو، اس لیے کے یہ ناپاک جگہ ہے)

(۸) عین قضائے حاجت کے وقت (پیشاب و پائخانہ کرنے کی حالت میں اگر چہ میدان میں ہو) اذان کا جواب نہ دے۔

علامہ ابن نجیم مصری ؒ تحریر فرماتے ہیں:

فی المجتبی :فی ثمانیة مواضع ،اذا سمع الأذان لا یجیب ،فی الصلوۃ ،واستماع خطبة الجمعة،وثلاث خطب الموسم ، والجنازۃ ، وفی تعلیم العلم وتعلمه ،والجماع ،والمستراح ، وقضاء الحاجة ، والتغوط. (البحر الرائق ۱/۴۵۲)

مسئلہ: مذکورہ مقامات میں جب ان ضروریات سے فارغ ہوجائے، تو اذان کا جواب دینا چاہیئے یا نہیں؟

علامہ شامی ؒ فرماتے ہیں:

جواب دینا چاہئے ،اگراذان کا فاصلہ زیادہ نہ گذرا ہو ،اگراذان دئے ہوئے کافی وقت گذر گیا ہو،تو ایسی صورت میں اذان کا جواب نہ دے،اس کا وقت فوت ہوگیا۔

هل يجيب بعد الفراغ من هذه المذكورات أم لا ؟ينبغي أنه لم يطل الفصل، فنعم، وإن طال، فلا. (ردالمحتار ۶۶/۲)

❁❁❁

بابِ چہارم:

صاحبِ اذان اور مؤذنینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ

حضرت عائشہؓ آپ فرماتی ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین مؤذن تھے۔

كان لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ثلاثة مؤذنين ،بلال ، وابو محذورة ، وعمرو بن ام مكتوم.

(لسنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلوۃ، باب عدد المؤذنین: ۲۰۱۴، ۱/ ۸۰۱)

علامہ نوویؒ وعینیؒ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک چوتھے مؤذن حضرت سعد القرظ ہیں جو قبا میں اذان دیا کرتے تھے۔

(شرح مسلم للنووی ۱/ ۱۶۵، شرح ابی داؤد للعینیؒ ۲/ ۴۲۱، زاد المعاد ۱/ ۴۷)

صاحب فیض القدیر لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرت زیاد بن الحارث صدائی نے بھی اذان دی ہے لیکن یہ (مؤذن راتب) باقاعدہ مؤذن نہیں تھے، اذان سیکھنے کے لیے آئے تھے۔

(فیض القدیر ۵/ ۲۲۸)

اذان کی اولاً تلقین چوں کہ حضرت عبد اللہؓ بن زید بن عبد ربہ کے ذریعے ہوئی ہے، لہٰذا ہم اس مبارک جماعت کا تعارف ان ہی کے تذکرے سے شروع کرتے ہیں۔

❁❁❁

صاحبِ اذان حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہؓ

نام ونسب

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی حضرت عبداللہؓ بن زید بن عبدربہ بن ثعلبہ بن زید بن الحارث بن الخزرج ہے، ابومحمد کنیت ہے۔

(المستدرک للحاکم، ذکر مناقب عبداللہ بن زید بن عبدربہ: ۵۴۴۵، ۵۴۴۶، ۳/۳۷۸)

آپ کی والدہ کا نام سعدۃ بنت کلیب ہے اور آپ کی نانی کا تعلق یمن سے ہے۔

ابتدائی حالات

حضرت محمد بن عبداللہؓ بن زید فرماتے ہیں: حضرت عبداللہؓ میانہ قد آدمی تھے، نہ پست قد تھے، نہ لمبے قد والے، حضرت عبداللہؓ اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے؛ حالاں کہ عربوں میں لکھے پڑھے لوگ کم یاب تھے۔

(طبقات ۳/۵۳۶)

آپ قدیم الاسلام انصاری صحابی ہیں، حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصار کے اُس مبارک قافلے میں شامل تھے جو قافلہ حج کے موقع پر ''منیٰ'' کی وادی میں رات کی تاریکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی دعوت دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرح سے تعاون کرنے کا وعدہ کیا، نیز حضرت عبداللہ بن زید بدری صحابی ہیں، تقریباً تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے ہیں، فتح مکہ کے موقع پر آپ کے ہاتھ میں بنوالحارث کا جھنڈا تھا۔

(المستدرک للحاکم، ذکر مناقب عبداللہ بن زید بن عبدربہ: ۵۴۴۷، ۳/۳۷۸، سیر اعلام النبلاء، ۲/۳۷۶، تہذیب الکمال ۱۴/۵۴۰)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہؓ اپنا باغ صدقہ کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، ان کے پیچھے ان کے والدین بھی آ گئے اور شکایت کی کہ یارسول اللہ! عبداللہ کے لیے اِس مال کے علاوہ کوئی دوسرا مال نہیں ہے، اسی پر ہمارا گذر وبسر ہے، اللہ

کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باغ کو ان کے والدین کے حوالہ کر دیا، پھر یہی باغ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو والدین کے انتقال کے بعد وراثت میں ملا۔

(المستدرک للحاکم، کتاب الفرائض: ۸۰۱۹)

فضائل

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زید بن عبدربہ کی سب سے بڑی فضیلت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو اذان کی مشروعیت میں سبب بنایا، اذان کا مبارک خواب دکھایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کلماتِ اذان والا خواب تقریباً بیس دن پہلے دیکھ چکے تھے، اس کے باوجود وہ خواب ان سی بھلا دیا گیا تھا۔

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کلماتِ اذان والا مبارک خواب دیکھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تائید فرماتے ہوئے اس کو مشروع فرمایا، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زید نے مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

أحمد الله ذالجلال ،والإ کرامهحمدًاعلی الأذان کثیرًا

اذاتانی به البشیر من الله فألم به لدی بشیرًا

فی لیالی ،والی بهن ثلاث کلما جاء زادنی توقیرًا

(رواہ ابن ماجہ، باب بدأ الاذان: ۷۰۶)

میں اذان کے سلسلے میں عظمت واحسان والی ذات اللہ کی بے انتہاء تعریف وبڑائی بیان کرتا ہوں، جب کہ میرے پاس اللہ کی طرف سے خوش خبری سنانے والا (فرشتہ) آیا اور وہ خوش خبری لے کر میرے پاس تین دن مسلسل آتا رہا، جب جب بھی وہ میرے پاس آیا، میری عظمت وعزت میں اضافہ کیا۔

قال ابن کثیر هذالشعر غریب ،وهو یقتضی أنه رأی ثلاث لیال حتی أخبر به رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، فالله أعلم. (السیرۃ النبویۃ ۲/۳۳۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زید کے بیٹے محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ''منیٰ'' میں اونٹ ذبح کرنے کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک دوسرے

انصاری شخص کے ساتھ حاضر ہوئے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کا گوشت تقسیم فرما رہے تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اُس انصاری صحابی کو کچھ نہیں ملا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کے بال صاف فرما کر ان بالوں کو چند افراد میں تقسیم فرمایا، ان بالوں میں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اُس انصاری صحابی کو بھی مرحمت فرمایا، محمد بن عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ وہ بال مہندی اور کتم میں رنگے ہوئے ہمارے پاس موجود ہیں۔

(طبقات ۳/ ۵۳۷، التاریخ الکبیر للبخاری ۵/ ترجمہ ۱۹)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زید سے روایت کرنے والے حضرات

آپ سے آپ کے بیٹے محمد بن عبداللہ، حضرت سعید بن المسیب نے روایت کی ہے، آپ کے پوتے عبداللہ بن محمد بن عبداللہ کے روایت کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ (مستدرک ۳/ ۳۸۷، تہذیب التھذیب ۱۴/ ۵۴۰)

آپ کی مرویات سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، ابن ماجہ اور سنن نسائی وغیرہ کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ (شرح ابی داؤد للعینی ۲/ ۴۲۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ کی روایت کو ''افعال العباد'' میں ذکر فرمایا ہے اور امام مسلم کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی آپ کی روایات ذکر کی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابن عدی اور امام ترمذی نے رحمہ اللہ امام بخاری سے نقل کیا ہے ''لانعرف له الا حديث الأذان'' حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ سے صرف اذان والی روایت ہی ہم کو معلوم ہے؛ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے، واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے چھ یا سات روایات آئی ہیں جن کو میں نے مستقل رسالہ میں جمع کیا ہے۔

(الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ۲/ ۱۲۹)

وفات

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زید بن عبدربہ کی وفات ۳۲ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے دور خلافت میں چونسٹھ سال (۶۴) کی عمر میں ہوئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی نے آپ کی

نماز جنازہ پڑھائی۔(تہذیب الکمال ۵۴۱/۱۴،السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ۶۸۹/۴)

ابن سعد لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہؓ کی نسل واولاد موجود ہے؛لیکن بہت کم ہے۔(طبقات ۵۳۶/۳)

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے،دین کی شان وعظمت بلند کرنے میں آپ کی طرح ہمیں بھی قبول فرمائے ۔آمین یارب العلمین

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مؤذنین کے سرخیل، رسول امین کے خزانچی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن رباح کا تذکرہ

نام ونسب

آپ کا نام بلال، والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامۃ ہے، آپ کی کنیت کے سلسلے میں کئی نام آئے ہیں ابوعبداللہ، ابوعبدالکریم، ابوعمرو۔

آپ عرب میں پیدا ہوئے اور آپ کی پرورش وتربیت عربوں کے درمیان ہوئی، آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہم عمر تھے۔

(مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر بلال: ۵۲۳۰، ۳/۳۱۹)

حافظ ابن عساکر کا اندازہ یہ ہے کے عام الفیل سے تقریباً تین سال قبل آپ کی پیدائش ہوئی ہے۔ (تاریخ دمشق ۱۰/ ۴۷۵)

کان مُولَّدا من السراۃ. (المستدرک للحاکم ۳/ ۳۱۹، اسد الغابۃ ۱/ ۲۴۳)

جاریۃ مولدۃ: تولد بین العرب، وتنشأ مع أولادھم، ویغذونھا غذاء الولد۔۔۔ وکذالک المولد من العبید. (تہذیب اللغۃ ۴/ ۴۷۸)

آپ ابتداء امیہ بن خلف کے غلام تھے، جب آپ نے اسلام قبول کیا، تو امیہ بن خلف سخت سے سخت تکلیفیں دینے لگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ، سات، نو، چالیس اوقیہ میں (الگ الگ اقوال کے مطابق) امیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کر دیا۔

(اسد الغابۃ ۱/ ۲۴۳)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے اور اپنے چچازاد بھائی عبیدۃ بن حارث بن عبدالمطلب کے درمیان بھائی چارگی قائم فرمائی۔

(مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر بلال: ۵۲۳۱، ۳/۳۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر وحضر کے مؤذن اور خادم خاص تھے، غزوہ بدر، احد،

خندق اور تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔

حلیہ

حضرت مکحول فرماتے ہیں: جن لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے، ان لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ کا رنگ گندمی، جسم دبلا پتلا، قد لمبا، پیٹھ میں جھکاؤ تھا اور ہلکے رخسار والے تھے، آپ کے اندر سفید بالوں کی کثرت تھی؛ لیکن خضاب نہیں لگایا کرتے تھے۔

(مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر بلال: ۵۲۳۱، ۳/۳۱۹، اسد الغابۃ ۱/۲۳۹، تاریخ ابن عساکر)

رشتہ دار

آپ کی والدہ محترمہ حمامہ، ایک بھائی خالد اور ایک بہن عفرۃ ہیں۔ ماشاء اللہ۔ ان تمام حضرات نے اسلام قبول کیا، خود آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

(تاریخ ابن عساکر ۱/۱۷۸، ترجمہ: ۲۱۳، الاستیعاب، ۱۰/۴۲۹، ترجمہ: ۹۷۴)

زید بن اسلم اور مقبری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نکاح ابوالبکیر کی لڑکی سے کرایا اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے بنوزہرہ کی ایک خاتون سے بھی نکاح کیا ہے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ۳/۲۳۸، ترجمۃ: بلال رضی اللہ عنہ بن رباح)

فضائل

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُن خوش نصیب فرزندانِ اسلام میں سے ہیں جنہوں نے شروع زمانے ہی میں اسلام قبول کیا، دینِ اسلام کے خاطر خوب ستائے گئے اور اذیتوں کو برداشت کیا؛ لیکن اسلام کو چھوڑنا پسند نہیں کیا اور دین کے لیے ہر مصیبت برداشت کی اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود فرماتے ہیں: سب سے پہلے جن لوگوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا، وہ سات افراد ہیں: (۱) جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عمار رضی اللہ عنہ (۴) حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا (۵) حضرت بلال رضی اللہ عنہ (۶) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ (۷) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے ان

کی ان کی قوم کو ذریعہ بنایا، بقیہ افراد کو مشرکین مکہ لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتے اور سخت سے سخت تکلیفیں پہنچاتے۔

ہر ایک کو چھٹکارا نصیب ہوا؛ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مصیبت دور نہیں ہوئی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ کے لڑکوں کے حوالہ کر دیا جاتا کہ وہ گلی کوچوں میں لے کر پھرا کریں؛ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد فرمایا۔(سیر اعلام النبلاء ۳/۲۱۰)

امیہ بن خلف جمحی اُن کفار مکہ میں سے تھا جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچاتا تھا اور تکلیفیں دینے کا حکم کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُس نامراد و ناکام آقا کی ہلاکت اپنے ہی خوش نصیب غلام کے ہاتھ میں مقدر فرمائی تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف فرماتے ہیں: میرے اور امیہ بن خلف کے درمیان معاہدہ ہوا تھا کہ وہ مکہ میں میرے اہل و مال کی حفاظت کرے گا اور میں مدینہ میں اس کے اہل و مال کی حفاظت کروں گا، چناں چہ غزوہ بدر میں جب لوگ سو رہے تھے، میں امیہ بن خلف کو بچانے کے لیے اس کو پہاڑ کی جانب لے گیا؛ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا اور انصار کی ایک جماعت کے پاس جا کر بلند آواز سے چیخنے لگے۔

"امیة بن خلف، لا نجوت، ان نجا".

یہ امیہ بن خلف ہے، میں نہ بچوں اگر یہ بچ جائے۔

چناں چہ انصار کی ایک جماعت (معاذ بن عفراء، خارجہ بن زید اور خبیب بن یساف اواساف: الاستیعاب) ہمارے پیچھے پیچھے آنے لگی، جب مجھے خوف محسوس ہوا کہ یہ لوگ ہمارے قریب آ گئے ہیں، تو میں امیہ بن خلف کے بیٹے کو ان کے لیے چھوڑ دیا؛ تاکہ وہ اس کے ساتھ مشغول ہو جائیں؛ لیکن انصار کی یہ جماعت اس کو نمٹا کر دوبارہ ہمارے پیچھے ہو گئی اور ہمارے قریب آ گئی، تو میں امیہ بن خلف سے کہا کہ تم جھک جاؤ (گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ہاتھوں کو زمین پر کھڑا کر دو) وہ موٹا آدمی تھا، اسی طرح جھک گیا جیسا میں نے کہا تھا، تو اس کو اپنے جسم سے چھپا لیا؛ لیکن یہ لوگ اس کو چھوڑے نہیں، میرے

پیر کے نیچے سے تلواریں ڈال کر اس کو قتل کر دیا اور اس کی وجہ سے میرا پیر بھی زخمی ہو گیا، راوی کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ہمیں وہ نشان دکھایا کرتے تھے۔

(بخاری، کتاب الوکالۃ اذا وکل المسلم حربیا:۲۳۰۱، ۱/۲۰۸)

حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف فرمایا کرتے تھے، اللہ حضرت بلال پر رحم کرے، میرے قیدی کو نقصان پہنچایا اور میرے پیر کو بھی زخمی کر دیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا۔

هنيئا لك زادك الرحمن خيرا فقد أدركت ثأرك يابلال !

اے بلال تمہارے لیے مبارک بادی ہو، رحمن تمہاری خوبیوں کو بڑھائے۔

اے بلال یقیناً تم نے اپنا بدلہ حاصل کرلیا۔ (الاستیعاب ۱/۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت سنائی ہے، چناں چہ امام بخاری نے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے، امام احمد، امام حاکم اور امام ترمذی نے حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ اسلمی سے روایت کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک دن نمازِ فجر کے بعد دریافت فرمایا: مجھے بتاؤ تم نے اسلام میں سب سے زیادہ قابلِ قبول عمل کونسا کیا ہے؟ اس لیے کہ آج کی رات جنت میں میرے آگے آگے تمہاری جوتوں کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کوئی زیادہ قابل قبول عمل میں نے نہیں کیا؛ البتہ دن ورات میں جب بھی میں وضو کرتا ہوں، تو اس وضو سے اللہ تعالیٰ جتنی توفیق دیں، نماز پڑھ لیتا ہوں، مستدرک حاکم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دن رات میں جس وقت بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے، تو فوراً وضو کر لیتا ہوں۔ (بخاری، کتاب الجمعہ، باب فضل الطھور باللیل والنھار: ۱۱۴۹، ۱/۱۵۴، مسلم، باب فضائل بلال: ۲۴۵۸، ۱/۲۹۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب فرمایا کرتے تھے:

أبو بكر سيدنا، و أعتق سيدنا يعني بلالا.

(بخاری، مناقب بلال رضی اللہ عنہ: ۳۷۵۸، ۲/۵۳۱)

حضرت ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار یعنی بلال ؓ کو آزاد کیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نعم المرأ بلال، هو سيد المؤذنين، ولا يتبعه الا مؤذن.

(رواہ الحاکم عن زید بن ارقم فی المستدرک: ۵۲۴۴)

بلال کیا ہی خوش نصیب آدمی ہیں مؤذنین کے سردار ہیں اور ہر مؤذن آپ ہی کی اتباع کرتا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت بلال کی شوقین ہے۔

اشتاقت الجنة الى ثلثة: علي، وعمار، وبلال.

(هذا حديث صحيح ولم يخرجاه تلخيص الحبير: ۴۶۴۹)

امیہ بن خلف آپ کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت میں سیدھا لٹا کر سینے پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا؛ تاکہ آپ حرکت نہ کرسکیں اور کہتا کہ اسی حال میں مر جاؤ، اگر زندگی چاہتے ہو تو اسلام سے پھر جاؤ؛ لیکن حضرت بلال ؓ مصیبتوں کو برداشت کرتے اور "احد احد" کہتے۔

علماء نے فرمایا: اسی کی برکت سے اسلام میں سب سے پہلی دی جانے والی اذان کہنے کا شرف وفضیلت اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو عطا فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہوگیا، اس لیے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے بقیہ ایام جہاد میں گزار دیں، یہ سوچ کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول کے خلیفہ وجانشین! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: مؤمن کا سب سے بہترین عمل اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے پوچھا، اے بلال! تم کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا: میں اللہ کی راہ میں سرحدوں کی حفاظت میں بقیہ زندگی گزارنا چاہتا ہوں، حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: اے بلال! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اور میرے حق کا واسطہ دیتا ہوں، میں بوڑھا وکمزور ہو چکا ہوں، میری موت کا وقت قریب آچکا ہے، (لہذا تم میرے ہی پاس

قیام کرو) تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی آپ کی وفات تک مدینے میں قیام فرمایا، حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وہی درخواست کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینے ہی میں قیام کی فرمائش کی؛ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تیار نہیں ہوئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اب اذان کی ذمہ داری کس کے سپرد کروں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، حضرت سعد (القرظ) کو موذن بنا دیجیے، انہوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اذان دی ہے، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کو موذن بنا دیا۔ (سیر اعلام ۳/ ۲۱۷، اوردہ الھیثمی فی المجمع، وقال فیہ عبدالرحمن بن سعد بن عمار، وھو ضعیف، طبقات سعد ۳/ ۲۳۶، ابن عساکر)

ولید بن مسلم کہتے ہیں: سعید بن مسلم، ابن جابر وغیرہ حضرات نے مجھے خبر دی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں دی اور جہاد میں جانے کا ارادہ کیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کیا ہے، تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، اس بات پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور حضرت بلال ملک شام چلے گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ "جابیہ" تشریف لے گئے، ساتھیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کی فرمائش کی جائے، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کی فرمائش کی، آپ نے اذان دی، اُس دن سے زیادہ کسی اور دن میں مسلمانوں کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ ہو جانے کی وجہ سے) زیادہ روتے ہوئے دیکھا نہیں گیا۔ (سیر اعلام ۳/ ۲۱۷ بلا اسناد، ابن عساکر، فتح الباری، عمدۃ القاری، کتاب الوکالہ، طبقات ابن سعد ۳/ ۲۳۷)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک عرصے تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے، ایک مرتبہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ماھذہ الجفوۃ یا بلال!

اے بلال! یہ کیا ظلم ہے، ہمارے پاس کبھی نہیں آتے، آنکھ کھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر

ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضری دی اور رونے لگے، پھر حضرات حسنین رضی اللہ عنہ آئے، ان سے لپٹ گئے اور انہیں چومنے لگے، حضرات حسنین رضی اللہ عنہ نے اذان کی فرمائش کی، لاڈلوں کی درخواست ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی، اذان دینا شروع کیا اور مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی اذان کانوں میں پڑنے کی وجہ سے کہرام مچ گیا، عوتیں روتی ہوئی گھروں سے نکل پڑیں، چندروز قیام فرما کر دوبارہ دمشق چلے گئے۔

(اسد الغابۃ ۱/ ۲۳۸ حکایات صحابہ حضرت شیخ مذکورہ واقعہ اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا ہے)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مرویات اور آپ سے روایت کرنے والے حضرات

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ کی کل مرویات چالیس (۴۰) ہیں، متفق علیہ (۱) صرف بخاری میں (۲) اور صرف مسلم میں ایک موقوف روایت ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۱۹)

آپ سے اکابر صحابہ اور کبار تابعین نے روایت کی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ، حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ۔

تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ، ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ، حضرت اسود رحمہ اللہ، حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ، حضرت ابوادریس خولانی رحمہ اللہ اور حضرت حکم بن میناوغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ (المستدرک ۳/ ۳۱۹، سیر ۳/ ۲۱۲، ۳/ ۲۱۹، اسد الغابۃ ۱/ ۲۳۸)

وفات

آپ رضی اللہ عنہ نے ساٹھ سے زائد سال عمر پائی، جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے زبان مبارک پر یہ شعر تھا۔

غدا نلقی الأحبة محمدا وحزبه

کل ہم دوستوں سے ملیں گے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

آپ کی بیوی کہنے لگی:

وا ویلاہ،

ہائے افسوس!

آپ فرما رہے تھے،

وافرحاہ،

ہائے خوشی!

آخرکار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص سفر وحضر کے موذن اللہ کے نبی علیہ السلام کے شیدائی ۲۰ھ میں دمشق کی سرزمین میں تا قیام قیامت اپنی یادوں کو چھوڑتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی اور باب صغیر کے پاس مدفون ہوئے۔

(سیر ۳/ ۲۱۹، مستدرک ۳/ ۳۲۳)

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے، آپ کی طرح ہمیں بھی قبول فرمائے۔

آمین یارب العلمین

❁❁❁

حضرت ابن ام مکتوم موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رسول امین کے رشتہ دار اور آپ کی زندگی میں آپ کے جانشین کا تذکرہ۔

نام ونسب

آپ کے اسم گرامی کے سلسلے میں کئی نام آئے ہیں، عبداللہ، عمرو، حصین، والد کا نام بالاتفاق قیس ہے، آپ ابن ام مکتوم کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کا سلسلہ ءنسب اس طرح ہے، عمرو بن قیس بن زائدۃ بن الاصم۔ اسم الاصم الجندب۔ بن ھرم بن رواحۃ بن حجر بن عبد معیص بن عامر بن لوی القرشی العامری۔

آپ قریشی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہیں، حضرت خدیجۃ الکبری کے ماموں زاد بھائی ہیں، آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثۃ بن عامر بن مخزوم بن یقظۃ المخزومیۃ ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۲۱۹/۳، المستدرک ۷۳۵/۳، اسد الغابۃ ۲۹۶/۳، طبقات ابن سعد، الاستیعاب عمدۃ القاری ۱۴۴/۴)

ابتدائی حالات

آپ شروع زمانے میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں، مدینہ منورہ میں حضرت بلالؓ اور حضرت سعد القرظ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موذن تھے، بچپن میں آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے، حضرت ابن ام مکتومؓ بھی حاضر خدمت تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: تمہاری بینائی کب زائل ہوئی؟ حضرت ابن مکتوم نے جواب دیا بچپن میں میری بینائی زائل ہوئی، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب میں اپنے بندے کی عمدہ و پیاری چیز (آنکھ) لے لیتا ہوں، تو اس کے بدلے میں

جنت عطا کرتا ہوں۔ (سیر ۳/ ۲۲۰، شعب الایمان: ۹۶۰۲)

ہجرت

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اُن خوش نصیب فرزندانِ اسلام میں سے ہیں جنہوں نے شروع زمانے میں سے اسلام کے لیے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی، چناں چہ حضرت براء رضی اللہ عنہ بن عازب فرماتے ہیں: ہم انصار کے پاس سب سے پہلے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر آئے، آپ کے بعد حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور یہ دونوں حضرات لوگوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیتے تھے۔ (سیر ۳/ ۲۲۰، طبقات ابن سعد ۴/ ۲۰۶، اسد الغابۃ ۳/ ۳۹۷)

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں ''دار القراء'' میں قیام فرمایا اور یہ حضرت مخرمہ بن نوفل کا گھر تھا۔ (طبقات ۴/ ۲۱۰، حلیۃ الاولیاء ۲/ ۳)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور آپ کے گھر والوں سے تعلق

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے انتہاء محبت تھی، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایک یہودی عورت نے گستاخی کی، تو آپ اسے برداشت نہ کر سکے اور اس کو مار دیا؛ حالاں کہ آپ کا قیام اُسی عورت کے گھر میں تھا اور وہ عورت آپ کے ساتھ حسن سلوک بھی کیا کرتی تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مغفل فرماتے ہیں:

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مدینہ میں ایک یہودی عورت کے پاس جو انصار کی رشتہ دار تھی قیام کیا، یہ عورت حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن سلوک کرتی تھی؛ لیکن آپ علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرتی تھی، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو پکڑا اور اس کو مار دیا، وہ عورت مرگئی۔

آپ علیہ السلام کی خدمت میں جب یہ مقدمہ پیش ہوا، تو آپ علیہ السلام نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے تحقیق فرمائی، تو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ عورت میرے ساتھ حسن سلوک کیا کرتی تھی؛ لیکن اُس نے مجھے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کے ذریعے تکلیف پہنچائی ہے، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ

تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے ،اس نے خود اپنے خون کو خدا اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی کی وجہ سے رائگاں کرلیا۔(سیر ۳/ ۲۲۲،طبقات ۴/ ۲۱۰)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

میں اور حضرت میمونہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ،اتنے میں حضرت ابن ام مکتومؓ حاضر خدمت ہوئے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا: حضرت ابن ام مکتومؓ سے پردہ کرو،ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں جو ہمیں نہیں دیکھ سکتے؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کیا تم بھی نابینا ہو؟ (یعنی عورت کے لیے بھی اپنی نگاہ کی حفاظت ضروری ہے، جیسے مرد کے لیے عورت سے نگاہ کی حفاظت کرنا ضروری ہے)۔(ترمذی،ابواب الاداب،باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال: ۲۷۷۸، مسند احمد:۲۶۳۲۶ ۲۵)

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں:

میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا،آپ کے پاس حضرت ابن ام مکتومؓ تشریف فرما تھے،حضرت عائشہؓ حضرت ابن ام مکتومؓ کو اترنج کاٹ کاٹ کر دے رہی تھیں،حضرت ابن ام مکتومؓ اس کو شہد کے ساتھ نوش فرما رہے تھے،حضرت عائشہؓ نے مجھ سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کی طرف سے حضرت ابن ام مکتومؓ کا برابر اکرام کیا جاتا رہا ہے ،جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو ان کے سلسلے میں عتاب فرمایا،حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں: ام المؤمنین ''سورۂ عبس'' کا شان نزول کی طرف اشارہ کر رہی تھیں ۔(مستدرک ۳/ ۵۳۷،طبرانی اوسط:۱۱۴۶۰۰)

فضائل

حضرت ابن ام مکتومؓ اُن خوش نصیب افرادِ امت میں سے ہیں جن کے بارے میں آسمان سے قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں ،جن میں سرفہرست اور مشہور ''سورۂ عبس'' ہے سورۂ عبس کا شان نزول

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض رؤساء مشرکین جن میں ابوجہل بن ہشام ،عتبہ

بن ربیعہ، ابی بن خلف، امیہ بن خلف اور شیبہ وغیرہ تھے، آپ علیہ السلام ان کے ساتھ گفتگو اور تبلیغِ اسلام میں مشغول تھے، اتنے میں حضرت ابن ام مکتومؓ حاضر خدمت ہوئے، چوں کہ نابینا تھے، کون مجلس میں ہیں، پتہ نہیں چلا اور کسی آیت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے لگے اور بار بار اصرار کرنے لگے۔

آپ علیہ السلام کو اُن کفار مکہ سے کلام کو قطع کرنا ناگوار ہوا، اس لیے کے یہ لوگ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں نہیں آتے، نہ ہر وقت ان کو اللہ کا کلمہ پہنچایا جاسکتا ہے، اس وقت یہ کفار مکہ آپ کی بات سن رہے تھے، جس سے ان کے ایمان لانے کی توقع کی جاسکتی تھی، حضرت ابن ام مکتومؓ پکے ایمان والے ہر وقت کے حاضر باش تھے، بعد میں بھی مسئلہ، قرآنی آیت وغیرہ معلوم کرسکتے ہیں، ان مجموعی حالات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابن ام مکتومؓ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، جو گفتگو رؤساء قریش کے ساتھ جاری تھی، اس کو جاری رکھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس سے فارغ ہوئے، تو سورۂ عبس کی آیات نازل ہوئیں جن میں آپ علیہ السلام کے اس طرز عمل پر تنبیہ کی گئی، اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ علیہ السلام حضرت ابن ام مکتومؓ کی بڑی خاطر تواضع و اکرام فرمایا کرتے تھے۔ (ذکرہ کثیر من المحدثین)

حضرت زیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں:

میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغل میں بیٹھا تھا، آپ پر سکینہ نازل ہوئی (وحی کے آثار شروع ہوئے) آپ علیہ السلام کی ران مبارک میری ران پر تھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران سے زیادہ کسی وزنی چیز کو نہیں پایا، پھر آپ سے وحی کی کیفیات دور ہوئیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: لکھو، میں نے ایک ہڈی پر لکھا۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ.

(النساء: ۹۵)

بینائی سے محروم حضرت ابن ام مکتومؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اُس شخص کا کیا حکم ہے جو جہاد نہیں کرسکتا؟ جب ابن ام مکتومؓ کی گفتگو ختم ہوئی، تو دوبارہ وحی کے آثار شروع

ہوئے اور وحی نازل ہوئی، آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو تم نے لکھا، اس کو پڑھو، میں نے پڑھا

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ.

(النساء:۹۵)

برابر نہیں ہو سکتے وہ مسلمان جو گھروں میں بیٹھے رہیں اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ. (النساء:۹۵) لکھو۔

برابر نہیں ہو سکتے وہ مسلمان جو گھروں میں بلا عذر بیٹھے رہیں اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب قول اللہ عزوجل "لا یستوی القاعدون من المؤمنین: ۲۸۳۲، ۱/۳۹۷)

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ غزوات میں شرکت فرمائی ہے اور ہر غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابن ام مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین وخلیفہ مقرر فرما کر تشریف لے جاتے، حضرت ابن ام مکتومؓ لوگوں کی امامت فرماتے۔ (طبقات ۴/۲۰۵، سیر ۳/۲۲۰)

حضرت ابن ام مکتومؓ کو اللہ کے نبی علیہ السلام کا اپنی زندگی میں خلیفہ وجانشین بنانا، یقیناً آپ کے لیے بہت بڑی فضیلت ہے۔

مندرجہ ذیل غزوات میں حضرت ابن ام مکتومؓ مدینے میں آپ کے خلیفہ رہے۔

(۱) غزوۃ الابواء (۲) بواط (۳) ذوالعشیرۃ (۴) احد (۵) حمراء الاسد (۶) غطفان (۷) جہینہ (۸) غزوۃ ذات السویق (۹) نجران (۱۰) ذات الرقاع (اسد الغابۃ ۳/۳۹۷، الاستیعاب ۱/۲۷۳) (۱۱) خندق (۱۲) بنو قریظہ (۱۳) تبوک۔

(طبقات ابن سعد)

حضرت ابن ام مکتومؓ سے روایت کرنے والے حضرات

آپ سے حضرت زر بن حبیش، حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی، حضرت عبداللہ بن

شداد بن الھاد اور حضرت ابوالبختری جیسے حضرات تابعین نے روایت کی ہے، آپ کی روایات مسند احمد بن حنبل، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، مشکل الآثار، مستدرک حاکم اور طبرانی میں مذکور ہیں۔

وفات

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

حضرت ابن ام مکتومؓ ''قادسیہ'' کی لڑائی میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی ماتحتی میں شریک ہوئے، آپ کے ساتھ سیاہ جھنڈا تھا، آپ کے بدن پر زرہ تھی اور اسی معرکے میں شہادت نوش فرمائی۔ (سیر ۳/ ۲۲۳، الاستیعاب ۱/ ۲۷۳، اسد الغابۃ ۳/ ۳۹۷)

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ معرکے سے مدینہ منورہ واپس ہوئے اور مدینہ میں وصال ہوا ہے، حضرت عمرؓ کے بعد آپ کا تذکرہ ہمیں تاریخ میں ملتا نہیں ہے۔ (سیر ۳/ ۲۲۳)

حضرت ابن ام مکتومؓ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات یقینی طور سے کتب تراجم میں مذکور نہیں ہے۔

❋❋❋

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مسجد حرام بلدِ امین کے مؤذن حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے حالات

نام ونسب

آپ کا نام نامی اسم گرامی اور آپ کے نسب کے سلسلے میں مؤرخین کا اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق آپ کا نام: اوس بن مِعیَر بن وہب بن دعموص بن سعد بن جمح ہے، بعض حضرات نے آپ کا نام سمرۃ بن معیر بن وہب بن دعموص بن سعد بن جمح ذکر کیا ہے۔
(مستدرک، باب ذکر ابی محذورۃ:۶۱۷۸، ۵۸۸/۶)

علامہ ذہبیؒ نے آپ کا نام ونسب اس طرح بیان کیا ہے، اوس بن معیر بن لوذان بن ربیعہ بن سعد بن جمح ہے اور ایک قول کے مطابق سمیر بن عمیر بن لوذان بن ربیعہ بن سعد بن جمح ہے۔ (سیر ۲۵۵/۴)

ابن الاثیر جزریؒ اور علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: پہلا والا قول مشہور اور صحیح ہے، ابو عمرو نے فرمایا: زبیر بن بکار اور ان کے چچا مصعب اور ابن اسحاق مسیبیؒ یہ سب حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابومحذورہ کا نام اوس ہے، یہ حضرات قریش کے نسب کو بہتر طریقے پر جاننے والے ہیں۔ (اسد الغابہ ۹۱/۵، تاریخ اسلام ذہبی ۵۲/۲)

آپ ابومحذورہ کے نام سے مشہور ہیں، آپ کی والدہ کا تعلق قبیلہء بنوخزاعہ سے ہے
(مستدرک، باب ذکر ابی محذورۃ:۶۱۷۸، ۵۸۸/۶، سیر ۲۵۵/۴)

ابتدائی حالات

آپ کی پیدائش مکۃ المکرمہ میں ہوئی اور مکۃ المکرمہ ہی میں وفات بھی ہوئی، آپ نے فتح مکہ کے سال ۸ ھ میں غزوہ حنین کے بعد مقام ''جعرانہ'' میں اسلام قبول کیا، چوں کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم مکی میں

آپ کو اذان کی ذمہ داری سپرد فرمائی تھی، ان وجوہات کی بناء پر حضرت ابومحذورہؓ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت نہیں فرمائی، آپ بڑی عمدہ وخوش نما آواز کے مالک تھے، اللہ کے نبی علیہ السلام اور حضرت عمرؓ نے آپ کی آواز کی تعریف فرمائی ہے۔

قبولِ اسلام اور حرم مکی میں موذن بننے کا ایک دل چسپ واقعہ

حضرت ابومحذورہؓ فرماتے ہیں:

ہم دس ساتھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے نکلے، ہم مقام ''جعرانہ'' میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''غزوہ حنین'' سے واپس تشریف لا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موذن نے اذان دی، ہمیں آپ علیہ السلام سے سب سے زیادہ نفرت تھی، اس وجہ سے ہم مذاق کرتے ہوئے اذان کی نقل اتارنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری آواز کو سن لیا اور ہمیں اپنے پاس بلا بھیجا، ہم کو آپ علیہ السلام کے سامنے کھڑا کیا گیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: عمدہ، بہترین اور بلند آواز سے تم میں سے کس نے اذان دی؟ ساتھیوں نے میرے جانب اشارہ کر دیا اور انہوں نے سچ کہا، پھر مجھے آپ کے سامنے کھڑا کر دیا گیا، میرے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا گیا، آپ علیہ السلام نے بنفس نفیس مجھے اذان کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہو:

أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ ،

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ،

پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

شہادتین کو دوبارہ کہو، حضرت ابومحذورہؓ نے ان کلمات کو بلند آواز سے دوبارہ دہرایا، پھر مکمل اذان کی تلقین فرمائی، جب اذان مکمل ہوئی، تو آپ نے ایک تھیلی عطا فرمائی جس میں چاندی تھی، پھر اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھ کر چہرہ اور سینے کے اوپر سے گذارتے ہوئے ناف تک لے آئے، چناں چہ میرے سینے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو

نفرت، کدورت اور بغض تھا، سب دور ہو گیا اور دل آپ کی محبت سے لبریز و معمور ہو گیا، آپ علیہ السلام نے تین مرتبہ دعا دی:

بارک اللہ فیک، وبارک علیک.

پھر میں نے آپ علیہ السلام سے درخواست کی مجھے مکہ مکرمہ کا موذن بنا دیا جائے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آپ علیہ السلام نے آپ کو موذن مقرر فرماتے ہوئے فرمایا: جاؤ مکہ مکرمہ میں اذان دو، حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں عاملِ مکہ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید کی خدمت میں حاضر ہوا، کارگذاری سنائی اور مکہ مکرمہ میں اذان دینے لگا۔ (سنن نسائی، کتاب الصلوۃ، کیف الاذان: ۶۳۲، ۱/ ۴۷، دارقطنی ۱/ ۲۴۰، طبرانی کبیر: ۸۹۰)

فضائل

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت یہی ہے کہ آپ علیہ السلام نے آپ کی دل آویز و خوش نما آواز کو پسند فرماتے ہوئے مسجد حرام کا موذن مقرر فرمایا، حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عبد المطلبو کے لیے سقایۃ (حجاج کو پانی پلانے) کی ذمہ داری دی، بنو عبد الدار کو حجابۃ (دربانی) کی ذمہ داری عطا فرمائی اور اذان کی ذمہ داری ہمارے اور ہمارے موالی کے لیے طے فرمائی۔

(مستدرک، ذکر ابی محذورۃ: ۶۱۸۲، ۳/ ۵۸۹، طبرانی کبیر: ۶۵۹۷)

چناں چہ مسجد حرام میں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہی نسلاً بعد نسل اس ذمہ داری کو سنبھالتی رہی؛ یہاں تک کہ لوذان بن سعد کی نسل خلیفہء ہارون رشید کے زمانے میں ختم ہو گئی، تو یہ ذمہ داری بنو سلامان بن ربیعہ بن سعد بن جمح کے یہاں منتقل ہو گئی، صاحب 'مہرۃ انساب العرب'' لکھتے کہ آج تک حرم مکی میں اذان کی ذمہ داری اسی خاندان میں چل رہی ہے۔ (مہرۃ انساب العرب ۱/ ۴۷، الاستذکار ۱/ ۳۲۵)

بعض مؤرخین نے لکھا کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے کوئی اولاد اپنے بعد نہیں چھوڑی، اس لیے اذان کی ذمہ داری اور یہ شرف وفضیلت ربیعہ بن سعد کے اولاد میں منتقل

ہوگئی۔(اسدالغابۃ ۵/۹۱)

مذکورہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے، اس لیے کہ مصنف ابن شیبہ، مسند احمد، ترمذی، سنن ابوداؤد، دارقطنی وغیرہ میں حضرت ابومحذورہؓ کی روایات محمد بن عبدالملک بن ابی محذورۃ عن ابیہ عن جدہ کی سند سے آئی ہیں، کسی نے ان پر جرح بھی نہیں کی ہے۔

علامہ نوویؒ نے ''تہذیب الاسماء''میں لکھا کہ امام شافعیؒ کے زمانے تک مکہ میں اذان کی ذمہ داری حضرت ابومحذورہؓ کی اولاد ہی میں رہی ہے۔(۱۶۱/۳)

نیز مشہور مؤرخین محمد بن سعد اور واقدی نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس کی گواہی دی ہے کہ آج تک حرم مکی میں اذان کی ذمہ داری ابومحذورہؓ کی اولاد ہی میں جاری ہے۔

(طبقات ۵/۵۴۰، سیر ۴/۲۵۶)

حضرت مجاہد وعطا رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

ہم اہل مکہ چار شخصوں پر فخر وناز کرتے ہیں (۱) ہمارے فقیہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس، (۲) ہمارے قاری حضرت عبداللہؓ بن السائب (۳) ہمارے مؤذن حضرت ابومحذورہؓ (۴) اور ہمارے واعظ حضرت عبیدؒ بن عمیر ہیں۔

(فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل ۱/۷۲۴، اخبار مکۃ للفاکھی ۴/۲۸۲)

حضرت ابومحذورہؓ کے نام کا استعمال لوگ اپنی قسموں اور اپنی دعاؤں میں کیا کرتے تھے، مصعب بن عبداللہ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ہیں:

أما ورب الكعبة المستورة   وماتلاه محمد من سوره ،

والنغمات من أبی محذوره   لأفعلن فعلة منكووره

سنو! غلاف والے کعبہ کے رب کی قسم، اس سورت کی قسم جس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت فرمائی اور حضرت ابومحذورہؓ کے نغمات کی قسم، ضرور بالضرور میں ایک عجیب وغریب کارنامہ انجام دوں گا۔(سیر ۴/۲۵۶،)

ابن ضیاء مکیؒ نے اپنی کتاب ''تاریخ مکة المشرفة والمسجد الحرام''میں اور ازرقی نے ''أخبار مکۃ''میں ایک جنی کی حکایت نقل کی ہے:

ابوالطفیل سے مروی ہے کہ زمانہء جاہلیت میں ایک جنی عورت مقام ''ذی طوی''

میں رہا کرتی تھی ،اس کا ایک اکلوتا بیٹا تھا،(جنات کی عمریں انسانوں کی عمروں سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہیں)جنی عورت کو اپنے بچے سے بہت زیادہ محبت تھی اور وہ بچہ اپنی قوم میں شریف وعزیز تھا،اس لڑکے کا نکاح ہوا،نکاح کے ساتویں دن اس نے اپنی ماں سے کہا،میں کعبۃ اللہ کا دن میں کا طواف کرنا چاہتا ہوں،ماں نے کہا، مجھے تم پر قریش کے بے وقوف لوگوں کی طرف سے اندیشہ وخطرہ محسوس ہوتا ہے،اس لڑکے نے کہا، مجھے صحیح سلامت واپس آنے کی امید ہے،ماں نے اجازت دے دی،جب وہ جنی بچہ سانپ کی شکل اختیار کر کے جانے لگا،تو جنی ماں نے اس کی حفاظت کی دعاء کرتے ہوئے یوں کہا:

أعيذه بالكعبة المستوره،
ودعوات إبن أبى محذوره
وماتلاه محمد من سوره،
إنى الى حياته فقيره،
وإنى بعيشه مسروره.

میں اپنے لڑکے کو غلاف والے کعبہ کے رب کی پناہ میں دیتی ہوں، ابو محذورہ کی اولاد کے اذانوں کا وسیلہ اور اُس سورت کے وسیلہ سے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت فرمائی اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں، میں اس بچے کی زندگی کی محتاج ہوں اور اس کی زندگی سے خوش ہوں۔(تاریخ مکۃ المشرفۃ ۱/ ۸۳،أخبار مکۃ ۴/ ۱۶۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت ابو محذورہ ؓ کی محبت وعظمت

حضرت ابو محذورہ ؓ کے مشرف با سلام ہونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا تھا،حضرت ابو محذورہ ؓ نے نبی علیہ السلام کی نشانی و برکت سمجھ کر پیشانی کے ان بالوں کو زندگی بھر کاٹے بغیر باقی رکھا۔

صفیہ بنت مجزأہ روایت کرتی ہیں:

حضرت ابو محذورہ ؓ کے پیشانی میں بالوں کا ایک گچھا تھا،جب آپ بیٹھتے،تو وہ بال زمین تک آجاتے،لوگوں نے ان سے کہا،آپ اُن بالوں کو صاف کیوں نہیں کروالیتے ؟

تو آپ جواب میں فرماتے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن بالوں پر اپنا دست مبارک پھیرا ہے، لہذا میں ان بالوں کو موت تک نہیں کاٹوں گا، چناں چہ آپ اِن بالوں کو مرنے تک باقی رکھا، صاف نہیں فرمایا۔ (مستدرک، باب ذکر ابی محذورۃ: ۶۱۸۱، ۳/۵۸۹، سیر ۴/۲۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براہِ راست آپ کو کلماتِ اذان کی تلقین فرمائی تھی اور اس وقت شہادتین کو حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے پست آواز سے ادا کیا، آپ نے فرمایا: دوبارہ ان کلمات کو باآواز بلند ادا کرو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح دوبارہ ادا کیا، اس کو فقہ کی کتابوں میں ''ترجیع'' کہتے ہیں، یہ ترجیع آپ کے اسلام قبول کرنے اور آپ کے دل سے کفر وشرک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفرت وبغض دور ہونے اور اس کی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وعظمت پیدا ہونے کا سبب تھی، اس لیے ''ترجیع'' کو بھی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی بھر کلمات اذان میں باقی رکھا۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے مسجد حرام میں اذان دے دی، تو حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے اس کو لے جا کر زمزم کے کنویں میں ڈال دیا۔

(مستدرک، باب ذکر ابی محذورۃ: ۶۱۸۵، ۳/۵۹۰، سیر ۴/۲۵۶)

یعنی رسول اللہ نے جو ذمہ داری آپ کے سپرد فرمائی ہے، اس کو پورا کرنے کا اتنا شوق وجذبہ تھا کہ اس میں دوسروں کا عمل ودخل آپ کو بالکل برداشت نہیں تھا۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے حضرات

آپ سے آپ کے بیٹے عبدالملک، آپ کی اہلیہ، اسود بن یزید، عبداللہ بن محیریز، ابن ابی ملیکۃ۔ (سیر ۴/۲۵۵)

سائب مولی بن ابی محذورہ، مؤذن ابوسلمان، عبدالعزیز بن رفیع، صفیۃ بن مجزأ اور اوس بن خالد وغیرہ نے روایت کی ہے۔ (طبرانی کبیر)

امام بخاریؒ کے علاوہ امام مسلم، اصحاب سنن اور اکثر محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں آپ کی مرویات کو ذکر فرمایا ہے۔ (الوافی بالوفیات ۳/۳۱۷)

وفات

مکہ مکرمہ میں ۵۹ ھ میں حضرت ابومحذورہؓ نے وفات پائی اور آپؓ اذان کو اپنی اولاد اور اپنے خاندان کے لیے بطور وراثت چھوڑ کر تشریف لے گئے اور اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے آپ کی طرح ہمیں بھی اور ہماری اولاد کو بھی قبول فرمائے۔ آمین یا رب العلمین

❁❁❁

حضرت سعدؓ القرظ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسجد قباء ومسجد نبوی کے مؤذن حضرت سعدؓ القرظ کا تذکرہ

نام ونسب

آپ کا نام سعد بن عائذ ہے، بعض حضرات نے عبدالرحمن بن عائذ ذکر کیا ہے، سعد القرظ کے نام سے مشہور ہیں، حضرت عمار بن یاسرؓ کے مولی (آزاد کردہ کا غلام) ہیں۔

فضائل

حضرت سعدؓ القرظ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قباء کا مؤذن اور حضرت بلالؓ کے موجود نہ ہونے کے وقت آپ کا نائب مقرر فرمایا تھا، پھر حضرت بلالؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہء خلافت میں ملک شام جانے لگے، تو حضرت سعدؓ کو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے یہاں (بعض روایات کے مطابق خود حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو قباء سے مسجد نبوی منتقل کیا ہے) آپ کا نام پیش فرما کر مستقل مسجد نبوی کا مؤذن بنا دیا، حضرت امام مالکؒ کے زمانے؛ بلکہ اس کے بعد تک بھی حضرت سعدؓ کی اولاد اور آپ کے پوتے مسجد نبوی کے مؤذن بنتے رہے ہیں۔

(اسد الغابۃ ۲/ ۲۹۹، الاستیعاب ۱/ ۱۷۸، مستدرک، ذکر سعد القرظ: ۶۵۵۵، ۳/ ۷۰۴)

حافظ ابونعیمؒ فرماتے ہیں کہ آج تک (ابونعیمؒ کے زمانے تک) مدینہ منورہ میں اذان دینے کی سعادت حضرت سعدؓ کی اولاد ہی کو حاصل ہے۔ (معرفۃ الصحابۃ/ ۴۴)

حضرت سعدؓ القرظ کے مؤذن بنائے جانے کا واقعہ

حضرت عمارؒ و حضرت عمرؒ جو حضرت سعد کے پوتے ہیں وہ اپنے والد سے وہ ان کے والد سے حضرت سعدؓ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد القرظؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی قباء تشریف لے آتے، تو حضرت بلالؓ بھی آپ کے ساتھ ہوتے اور ''قباء'' پہنچ کر حضرت بلالؓ اذان

دیا کرتے ؛ تاکہ لوگ سمجھ جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں ، لہٰذا حاضر خدمت ہو جائیں۔

ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''قباء'' تشریف لے آئے اور حضرت بلالؓ آپ کے ساتھ نہیں تھے ، کچھ حبشی لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ، اتنے میں حضرت سعد القرظؓ جس جگہ اذان دی جاتی تھی ، اس پر چڑھ گئے اور اذان دے دی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بلایا اور دریافت فرمایا ، اے سعد! کس چیز نے تمھیں اذان دینے پر آمادہ کیا؟ حضرت سعدؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ بہت کم لوگ ہیں ، بلالؓ آپ کے ساتھ نہیں ہیں اور یہ حبشی لوگ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور آپ کو بھی دیکھ رہے ہیں ، تو ان کی طرف سے آپ پر مجھے خوف وخطرہ محسوس ہوا ، اس لیے میں نے اذان دے دی ؛ تاکہ لوگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ہو جائے اور آپ ممکنہ اندیشے سے محفوظ ہو جائیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أحسنت یاسعد! إذا لم تر بلالا رضی اللہ عنہ معی فأذن.

اے سعد! تم نے بہت اچھا کیا ، آئندہ بھی جب میرے ساتھ بلال کو نہ پاؤ ، تو تم ہی اذان دیا کرو ، پھر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعدؓ کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرا اور آپ کے لیے دعا دی:

بارک اللہ فیک یا سعد!

اے سعد اللہ تعالیٰ تمہارے لیے برکت عطا فرمائے۔

چناں چہ جب حضرت بلالؓ آپ کے ساتھ قبا نہیں آتے تھے ، تب حضرت سعدؓ ''قباء'' میں اذان دیا کرتے ، مجموعی طور پر آپ علیہ السلام کے لیے حضرت سعدؓ نے تین مرتبہ اذان دی ہے۔ (سنن دارقطنی ۱/ ۲۴۲ ، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم ۹/ ۴۴ ، طبرانی کبیر: ۱۹ :۵۳)

حضرت سعدؓ القرظ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی رہنمائی

حضرت عمارؒ حضرت سعدؓ کے پوتے اپنے والد وہ ان کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آمدنی کی قلت کی شکایت کی ،

آپ علیہ السلام نے ان کو تجارت کا حکم فرمایا، چناں چہ حضرت سعدؓ بازار گئے اور تھوڑا سا قرظ (کھال کی دباغت اور صفائی میں استعمال ہونے والے مخصوص درخت کے پتے) خرید کر لائے اور ان کو فروخت کیا، تو اس میں خوب نفع حاصل ہوا، پھر حضرت سعدؓ نے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی، آپ نے ارشاد فرمایا: اسی تجارت کو اہتمام سے کرو، اسی وجہ سے آپکا لقب القرظ پڑ گیا۔ (الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ۱/ ۴۲۹، تہذیب التہذیب ۳/ ۴۱۱)

حضرت سعد القرظؓ سے روایت کرنے والے حضرات

حضرت سعد القرظؓ سے ان کے بیٹے حضرت عمار، حضرت عمر، پوتے وغیرہ حضرات نے روایت کی ہے۔ (الاستیعاب ۱/ ۱۷۸، اسد الغابۃ ۲/ ۲۹۹)

آپ کی مرویات سنن ابن ماجہ، مصنف عبد الرزاق، سنن دار قطنی اور سنن بیہقی وغیرہ میں موجود ہیں۔

وفات

حضرت سعدؓ کا وصال کب ہوا، اصحابِ تراجم نے قطعی طور پر ذکر نہیں کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تحریر فرماتے ہیں: حضرت سعدؓ حجاز کے علاقے پر حجاج بن یوسف کی حکومت تک زندہ رہے اور یہ ۷۴ھ کا واقعہ ہے۔ (تقریب التہذیب ۱/ ۳۴۴) حضرت سعدؓ کا ان ہی دنوں میں انتقال ہوا ہے۔

❁❁❁

فہرست ماخذ ومراجع

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	مطبع
(۱) الجامع الصحیح للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاریؒ	فیصل دیوبند
(۲) صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیریؒ	فیصل دیوبند
(۳) سنن ابی داؤد	ابوداؤد سلیمان السجستانیؒ	فیصل دیوبند
(۴) الجامع الترمذی	محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ	فیصل دیوبند
(۵) سنن النسائی	ابوعبدالرحمن النسائیؒ	فیصل دیوبند
(۶) سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید القزوینیؒ	فیصل دیوبند
(۷) سنن دارقطنی	ابوالحسن علی بن عمرو	مکتبہ دارالایمان سہارنپور
(۸) مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاقؒ بن ھمام	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۹) مسند احمد بن حنبل	احمد بن حنبلؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۰) المستدرک للحاکم	حاکم ابوعبداللہؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۱) المعجم الکبیر للطبرانی	سلیمان بن احمد	المکتبۃ الشاملۃ
(۱۲) شعب الایمان	احمد بن حسین البیہقیؒ	دارالفکر، بیروت
(۱۳) مشکوۃ المصابیح	خطیب تبریزیؒ	فیصل دیوبند
(۱۴) نصب الرایۃ	علامہ زیلعیؒ	مکتبہ دارالایمان سہارنپور
(۱۵) کنز العمال	علاء الدین علی المتقیؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۶) اعلاء السنن	علامہ ظفر احمد التھانویؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۷) فتح الباری	حافظ ابن حجرؒ	المکتبۃ الاشرفیۃ دیوبند
(۱۸) عمدۃ القاری	علامہ عینیؒ	زکریا بک ڈپو دیوبند
(۱۹) مرقاۃ المفاتیح	ملاعلی قاریؒ	بنگلہ اسلامک اکیڈمی
(۲۰) معارف السنن	علامہ یوسف بنوریؒ	دارالکتاب دیوبند
(۲۱) فتح الملہم شرح مسلم	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	المکتبۃ الاشرفیۃ دیوبند

(۲۲)اوجز المسالک شرح مؤطا	شیخ الحدیث محمد زکریاؒ	مرکز ابی الحسن مظفر پور
(۲۳)معارف الحدیث	مولانا منظور نعمانیؒ	الفرقان بکڈ پو لکھنو
(۲۴)فتح القدیر	علامہ ابن ھمامؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۲۵)بدائع الصنائع	علامہ کاسانیؒ	دارالکتاب دیوبند
(۲۶)البحر الرائق	علامہ ابن نجیمؒ	دارالکتاب دیوبند
(۲۷)منحۃ الخالق علی البحر الرائق	علامہ ابن عابدین شامیؒ	دارالکتاب دیوبند
(۲۸)الدر المختار مع ردالمحتار	علامہ حصکفیؒ	زکریا بک ڈپو دیوبند
(۲۹)ردالمحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ	زکریا بک ڈپو دیوبند
(۳۰)تقریرات رافعی	عبدالقادر الرافعیؒ	زکریا بک ڈپو دیوبند
(۳۱)السعایۃ	علامہ عبدالحی لکھنویؒ	سہیل اکیڈمی لاہور
(۳۲)اعانۃ الطالبین فی الفقہ الشافعی	السید البکری الشافعیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۳)الطبقات الکبری	محمد بن سعدؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۴)التاریخ الکبیر	محمد بن اسماعیل البخاری	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۵)فضائل الصحابۃ	احمد بن حنبلؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۶)تھذیب الکمال	جمال الدین مزیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۷)الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	حافظ ابن حجرؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۸)تقریب التھذیب	حافظ ابن حجرؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۳۹)اسد الغابۃ	ابن الاثیرؒ	دارالمعرفۃ بیروت
(۴۰)تاریخ دمشق	حافظ ابن عساکرؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۴۱)الاستیعاب	حافظ ابن عبدالبرؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۴۲)سیر اعلاء النبلاء	علامہ ذھبیؒ	دارالحدیث قاہرہ
(۴۳)تاریخ الاسلام	علامہ ذھبیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۴۴)حلیۃ الاولیاء	ابونعیم اصفہانیؒ	مکتبۃ الایمان قاھرہ
(۴۵)معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم اصفہانیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۴۶)اخبار مکۃ	علامہ ازرقیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۴۷)تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام	ابن الضیاء	المکتبۃ الشاملۃ

(۴۸) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۴۹) السیرۃ النبویۃ	حافظ ابن کثیرؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۵۰) اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ	احمد بن ابی بکر البوصیریؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۵۱) تھذیب اللغۃ	علامہ ازہریؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۵۲) سبل الھدی والرشاد	محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۵۳) الجامع لتفسیر الاحلام وتعطیر الانام	علامہ ابن سیرین ونابلسی	دار الجدید قاہرہ
(۵۴) بذل المجھود شرح ابی داؤد	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	دار الریان قاہرہ
(۵۵) شرح مسلم مع صحیح مسلم	علامہ نوویؒ	فیصل دیوبند
(۵۶) زاد المعاد	علامہ ابن القیمؒ	دار الفجر قاھرہ
(۵۷) فیض القدیر	علامہ سیوطیؒ	دار الفکر، بیروت
(۵۸) صحیح ابن خزیمۃ	ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمۃ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۵۹) جمھرۃ انساب العرب	ابو المنذر ھشام بن محمد	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۶۰) الاستذکار	حافظ ابن عبد البرؒ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۶۱) الوافی بالوفیات	صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۶۲) حجۃ اللہ البالغۃ	حضرت شاہ ولی اللہؒ	مکتبہ حجاز دیوبند

❁❁❁

مساجد
فضائل، مسائل اور متعلقہ امور

مؤلف: مفتی عبد اللطیف قاسمی

موجودہ دور میں امت مسلمہ میں جو تنزلی آئی ہے، اس کا مساجد پر بھی گہرا اثر پڑا ہے، مساجد سے ان کا رشتہ انتہائی کمزور ہو چکا ہے، پنج وقتہ نمازوں کی باجماعت ادائیگی کے لیے سب کی مساجد میں حاضری نہیں ہو پاتی؛ چہ جائے کہ مساجد میں دیگر امور کی انجام دہی کے لیے انہیں پابند کیا جائے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پنج وقتہ اذان اور نماز جیسے اہم فرائض کی ادائیگی کے لیے قوم جن افراد کو اپنا مؤذن اور امام بناتی ہے، ان میں سے بعض اس کے اہل ہی نہیں ہوتے اور جو اہل ہوتے ہیں، ان کے ساتھ مصلیوں کا سلوک ناروا ہوتا ہے، ان کے مقام ومرتبے کا لحاظ کیے بغیر ہر ایک ان پر تنقید وتبصرہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے، اسی طرح متولیوں کی طبقے کی تو اور ہی حالتِ زار ہے، نااہل افراد کے کندھوں پر محض ان کی دنیوی جاہ ومنصب کے پیشِ نظر یہ نازک اور حساس ذمہ داری ڈال دی جاتی ہے اور وہ اموال مساجد میں جیسے چاہیں تصرف کرتے رہتے ہیں۔

یہ بھی امر واقعہ ہے کہ مساجد کو روحانی طور پر آباد رکھنے سے زیادہ ان کی ظاہری خوب صورتی اور نقش ونگار کی جانب زیادہ توجہ مبذول کی جارہی ہے اور لاکھوں کروڑوں کا صرفہ اس کی خاطر برداشت کیا جارہا ہے، پھر نماز کے تعلق سے بعض مسائل میں ایسی افراط وتفریط پائی جارہی ہے کہ ہر ایک دوسرے سے دست بہ گریباں نظر آتا ہے، مثلاً ''فرض نمازوں کے بعد دعا'' کا مسئلہ اور ''جماعت ثانیہ'' کا مسئلہ، ان جیسے مسائل میں راہِ اعتدال سے انحراف ہو چکا ہے۔

ضرورت تھی کہ مذکورہ خامیوں اور کوتاہیوں کو اجاگر کر کے امت مسلمہ کے سامنے صراطِ مستقیم واضح کی جائے اور انہیں راہِ اعتدال پر گامزن کیا جائے، چناں چہ معاشرے میں پائی جانے والی کوتاہیوں پر نظر رکھنے والے جواں عالمِ دین اور علم وتحقیق کے شناور مفتی عبد اللطیف صاحب قاسمی زید علمہ وفضلہ استاذ جامعہ غیث الہدی بنگلور جنہیں میں زمانہء طالب علمی سے جانتا ہوں، آپ ایک دل فکر مند رکھتے ہیں، علمی اور تحقیقی کاموں سے آپ کا خاص لگاؤ ہے، تحریر کا بھی شستہ ذوق رکھتے ہیں، اصلاحِ معاشرہ کے سلسلے میں فکر مند رہتے ہیں۔۔۔نے اس کی جانب توجہ کی اور ''مساجد: فضائل، مسائل اور متعلقہ امور'' کے نام سے کتاب لکھی، جس میں آپ نے اولاً مساجد کی اہمیت وفضیلت پر روشنی ڈالی ہے۔۔

اس کے بعد مصنف نے ائمہ ومؤذنین کی ذمہ داریوں کا مختصراً اور متولیوں کی ذمہ داریوں کا تفصیلاً ذکر کیا ہے، پھر مسجد کی تزئین کے جو حدود ہیں انہیں بیان کیا ہے، آگے چل کر مسجد اور اس سے متعلق مسائل ذکر کیے گئے ہیں، جن میں باجماعت نماز کی ادائیگی اور صفوں کی درستگی کا مسئلہ بہت ہی اہم ہے، آج اس تعلق سے مسلمانوں میں بہت ہی کوتاہی پائی جارہی ہے، اخیر میں مصنف نے ایسے مسائل قلم بند کیے ہیں جن میں کچھ ناجائز ہیں، اس کے باوجود ان میں ابتلاء عام ہے، اور کچھ فی نفسہ جائز تو ہیں؛ مگر امتِ مسلمہ اس میں افراط وتفریط کی شکار ہے۔ ماشاء اللہ مؤلف نے ہر بات باحوالہ اور مدلل بیان کی ہے، ان کا قلم جادۂ حق سے ہٹا نہیں؛ بلکہ شائستہ انداز میں اختلافی موضوعات پر اچھا اور بہت اچھا لکھا ہے اور اپنے مقصد ومراد کے واضح کرنے میں پورے طور پر کامیاب ہیں۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد جمال الدین قاسمی (مدظلہ)

دار العلوم حیدر آباد